ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مورخہ: ۷ جون ۱۹۶۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْہِ وَ مَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنْ لَہُ الْجَنَّۃَ

رواہ البخاری

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص مجھ سے اس کا عہد کرے کہ وہ اپنے دونوں کلوں کے درمیان چیز (یعنی زبان اور دانتوں) اور اپنے دونوں پاؤں کی درمیانی چیز (یعنی شرمگاہ) کی حفاظت کرے گا۔ (اور لوگوں کو برا نہ کہے گا نہ کسی کی برائی اور غیبت کرے گا، اور بدکاری و زنا وغیرہ سے بچے گا) تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت کرلونگا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا وَاِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ فَاِنَّ الْکِذْبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکِذْبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِنَّ الْکِذْبَ فُجُوْرٌ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سچ بولنا اختیار کرو اس لئے کہ سچ بولنا نیکی کی راہ دکھاتا ہے۔ اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ اور جو شخص ہمیشہ سچ بولتا اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے وہ خدا کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔ اور بچو تم جھوٹ سے اس لئے کہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور فسق و فجور دوزخ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور جو شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے وہ خدا کے ہاں کذاب (بہت جھوٹ بولنے والا) لکھا جاتا ہے۔　　بخاری ومسلم

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی بہشت میں لے جاتی ہے اور جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتا ہے۔

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمُ التُّرَابَ　　رواہ مسلم

ترجمہ:۔ حضرت مقدادؓ بن اسود کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم ان لوگوں کو دیکھو۔ جو مبالغہ کے ساتھ تعریفیں کرتے ہوں۔ (جھوٹی تعریف کرتے ہوں) تو اُن کے منہ میں خاک ڈال دو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَکْثَرُ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّۃَ تَقْوَی اللّٰہِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اَتَدْرُوْنَ مَا اَکْثَرُ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ اَلْاَجْوَفَانِ اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ۔　　رواہ الترمذی

ترجمہ:۔ حضرت ابی ہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم جانتے ہو جنت میں آدمی کو اکثر کونسی چیز داخل کرتی ہے۔ (وہ چیز) اللہ تعالے سے ڈرنا اور حسن خلق ہے اور تم جانتے ہو دوزخ میں لوگوں کو اکثر کون سی چیز لے جاتی ہے وہ دو چیزیں ہیں منہ اور شرمگاہ۔

عَنْ بَھْزِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیْلٌ لِّمَنْ یُّحَدِّثُ فَیَکْذِبُ لِیُضْحِکَ بِہِ الْقَوْمَ وَیْلٌ لَّہٗ وَیْلٌ لَّہٗ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی

ترجمہ:۔ حضرت بہز بن حکیمؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے افسوس ہے اس شخص پر جو گفتگو کرے اور جھوٹ بولے اس لئے کہ لوگوں کو ہنسائے افسوس ہے اس پر، افسوس ہے اس پر۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا۔ رواہ احمد والترمذی والدارمی والبیھقی۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی (یعنی خاموشی نجات کا ذریعہ ہے)

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَیْمٍ اَنَّہٗ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ فَقِیْلَ لَہٗ اَیَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِیْلًا قَالَ نَعَمْ فَقِیْلَ لَہٗ اَیَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ کَذَّابًا قَالَ لَا۔ رَوَاہُ مَالِکٌ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ مُرْسَلًا۔

ترجمہ:۔ حضرت صفوان بن سلیمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ "کیا مومن بزدل ہوتا ہے" آپ نے فرمایا۔ "ہاں" (ہو سکتا ہے) پھر پوچھا گیا۔ "کیا مومن بخیل ہوتا ہے"۔ فرمایا "ہاں" (ہو سکتا ہے) پھر پوچھا گیا "کیا مسلمان جھوٹا ہوتا ہے۔ فرمایا "نہیں"۔　　(مالک)
بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً روایت کیا۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ اَتَیْتُ اَبَا ذَرٍّ فَوَجَدْتُہٗ فِی الْمَسْجِدِ مُحْتَبِیًا بِکِسَاءٍ اَسْوَدَ وَحْدَہٗ فَقُلْتُ یَا اَبَا ذَرٍّ مَا ھٰذِہِ الْوَحْدَۃُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِیْسُ الصَّالِحُ خَیْرٌ مِّنَ الْوَحْدَۃِ وَاِمْلَاءُ الْخَیْرِ خَیْرٌ مِّنَ السُّکُوْتِ وَالسُّکُوْتُ خَیْرٌ مِّنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ۔

ترجمہ:۔ حضرت عمران بن حطان کہتے ہیں کہ میں ابوذر کے پاس گیا وہ مسجد میں سیاہ چادر لپیٹے ہوئے تنہا بیٹھے تھے میں نے کہا ابوذر! یہ تنہائی کیسی ہے۔ ابوذر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تنہائی بُرے ہمنشین سے بہتر ہے اور صالح ہمنشین بہتر ہے تنہائی سے اور بھلائی کا سکھانا بہتر ہے خاموشی سے اور خاموشی بہتر ہے برائی کی تعلیم سے۔　　(بیہقی)

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
فون نمبر ۶۷۵۴۵
ایڈیٹر — مناظر حسین نظر
جلد ۹ | ۱۴ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۷ جون ۱۹۶۳ء | شمارہ ۵

پاک افغان تعلقات کی بحالی

گذشتہ دنوں ایک بڑی مسرت افزا اور طمانیت بخش خبر سننے میں آئی کہ شاہِ ایران کی مصالحانہ کوششوں کے نتیجہ میں پاکستان اور افغانستان کے درمیان سفارتی اور تجارتی تعلقات پھر بحال ہو گئے ہیں۔ اور دونوں ملک عنقریب اپنے سفارتخانے اور قونصل خانے قائم کرنے کا اعلان کر دیں گے!

دو مسلمان ملکوں کے باہمی روابط اور تعلقات استوار ہونے سے دنیائے اسلام میں خوشی اور مسرت کی جو لہر دوڑ گئی ہے محتاجِ ذکر نہیں۔ اس پہ پاک افغان رہنمائی اور اربابِ اختیار کو جتنا بھی ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کیا جائے کم ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ تبریک و تحسین شاہِ ایران کی خدمت میں پیش کی جائے۔ جن کی بھرپور اور مسلسل کوششوں کے نتیجہ میں ایک سال اور آٹھ ماہ بعد دو مسلمان ممالک کو سلسلۂ اخوتِ اسلامی میں منسلک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

پاک و افغان کے درمیان کشیدگی یا ان کے باہمی تعلقات میں انقطاع کی صورتیں اس سے قبل بھی نمودار ہوتی رہی ہیں اور پھر ایک عرصہ بعد مصالحت کی شکلیں بھی پیدا ہوتی رہی ہیں۔ دو ایسے مسلمان ملکوں کے درمیان ایسی ناگفتہ بہ صورتوں کا وجود (کہ جن سے مذہبی، سیاسی، تجارتی اور دفاعی تقاضوں کی اہمیت اور نزاکت سے کسی کو مجالِ انکار نہیں ہے) بڑا ہی افسوسناک ہے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پاکستان، افغانستان اور ایران تین مسلم مملکتیں مل کر دوسرے مسلمان ملکوں کے درمیان پیدا شدہ نازک صورتِ حال کو ختم کرنے کی کوشش کرتیں اور "اتحادِ اسلامی" کی ایک ایسی ہمہ گیر اور وسعت پذیر تحریک چلاتیں کہ تمام اسلامی ممالک اپنا ایک مضبوط محاذ قائم کرنے کی صورت پیدا کرتے۔ لیکن یہاں یہ عجیب حال ہے کہ دو اسلامی ملک تیسرے دن ناراضگی اور بگاڑ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اگر دونوں ممالک کی مصالحانہ کوششوں اور ان کے جذباتِ تعاون کا جائزہ لیا جائے تو بلا تامل یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اگر بعض افغان راہنما اور وہاں کے اربابِ اختیار مغلوب الغضب نہ ہو جایا کریں تو ایسی ناگفتنی صورت کبھی نمودار نہیں ہو سکتی۔

ہم شاہِ ایران کی مصالحانہ کوششوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ گذارش کریں گے کہ انہیں دوسرے مسلم ممالک کے نزاعی معاملات سلجھانے کی جانب بھی اپنی توجہ مبذول کرنی چاہئے۔ اگر تمام مسلم ممالک آج اپنے فروعی اور غیروں کے پیدا کردہ اختلافات ختم کر کے اپنا ایک غیر جانبدار مضبوط بلاک قائم کر لیں تو وہ دنیا میں باعظمت اور باوقار حیثیت میں زندہ رہ سکتے ہیں ورنہ اغیار کی ابلیسی طاقتیں ان گہری سازشوں میں لگی ہوئی ہیں کہ وہ مسلمانوں کے باہمی نزاع و جدال سے فائدہ اٹھا کر ان کی زندگی کا چراغ گل کر دیں۔

توہین آمیز کتاب ضبط

بھارت کی ایک خبر ہے:-

نظامت دہلی نے ایک جرمن مصنف کرٹ فرشلر کی کتاب "عائشہ" کی فروخت پر پابندی لگا دی ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں ایسا مواد موجود ہے جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوں۔ یہ کتاب جرمن زبان میں لکھی گئی اور بعد میں اس کا انگریزی ترجمہ لندن سے شائع کیا گیا۔

بھارت سرکار کی جانب سے اس قسم کا اعلان کہ اس نے مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ایک توہین آمیز کتاب ضبط کرنے کا حکم صادر کیا ہے بڑا حوصلہ افزا ہے۔

کاش! بھارت کے اربابِ اختیار و اقتدار ذرا اس مواد کی جانب بھی اپنی نگاہِ لطف و کرم مبذول کریں جس سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے جذبات شدید مجروح ہو رہے ہیں بلکہ خود ان کی زندگی اجیرن بن گئی ہے۔ اور ان پر عرصۂ حیات اس قدر تنگ ہو گیا ہے کہ ان کے لئے ہجرت اور موت کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔

یہ قیامت خیز تباہی!

خدام الدین کا ادارتی نوٹ لکھا جا رہا تھا کہ یہ اندوہناک خبر موصول ہوئی:-

مشرقی پاکستان میں ہلاکت خیز طوفان کے باعث قریباً پچاس ہزار انسان موت کی آغوش میں چلے گئے۔ ایک اطلاع کے مطابق صرف چاٹگام میں تین ہزار انسان لقمۂ اجل بن گئے۔ مزید یہاں یہ کہ بعض مقامات پر ہنوز انسانی لاشیں پڑی ہیں۔ اور انہیں اٹھا کر سپردِ خاک کرنے والا کوئی نہیں رہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اس قسم کے حوادث اتفاقات کے درجہ میں نہیں ہیں۔ آخر یہ ہمہ گیر اور وسعت پذیر تباہی اور بربادی خداوند قدوس کی ناراضگی اور خفگی کا مظہر ہے۔

ہمیں ذرا اپنی زندگیوں کا جائزہ لینا چاہئے۔ اور اپنے گریبانوں میں جھانک کر ذرا اپنے اعمال و کردار پر نگاہ ڈالنی چاہئے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ یہ قیامت خیز تباہی اور بربادی کن اعمال کی سزا کے طور پر تازیانۂ عبرت بن کر نمودار ہوئی ہے۔ لوگ! خداوندِ عالم کے بتلائے ہوئے طریقِ زندگی کو چھوڑ کر جب اپنی من مانی کارروائیاں کرنے پر کمربستہ ہوں گے۔ اس کا لازمی نتیجہ ہلاکت اور تباہی کی صورت ہی میں نمودار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے

یہ حقیقت ہے کہ انساں کی تباہی میں شریک
فتنہ رخ ہی نہیں فتنہ تصویر بھی ہے

بہرحال اس ہلاکت خیز تباہی میں ادارہ خدام الدین اسلامیانِ مشرقی پاکستان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر و تحمل کی توفیق بخشے

حدیث نبوی ﷺ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت جب پندرہ برائیاں اپنائے گی تو مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ عرض کیا گیا وہ کیا ہیں یا رسول اللہ! تو ارشاد فرمایا:-

۱- یہ کہ مالِ غنیمت خزانہ میں لے لیا جائے۔ ۲- امانت کو لوٹ کا مال سمجھ لیا جائے ۳- زکوٰۃ کو چٹی سمجھ لیا جائے ۴- مرد اپنی بیوی کا فرمانبردار ہو جائے (اس حال میں کہ) ۵- ماں کے سر چڑھنے لگے ۶- دوست سے نیکی کرے (اس حال میں کہ) ۷- باپ پر ظلم و ستم کرنے لگے ۸- مساجد میں شور و غل برپا ہونے لگے ۹- کمینے لیڈری ہتھیا لیں ۱۰- ڈر کے مارے استقبال کیے جائیں ۱۱- شرابیں پی جائیں ۱۲- مرد ریشم پہننے لگیں ۱۳- رنڈیاں اور ۱۴- باجے پسند کئے جائیں ۱۵- اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر زبانِ لعن طعن کھول لیں ایسے وقت میں سرخ آندھی، زمین میں دھنسنے اور شکلیں بگڑ جانے کا انتظار کرو۔ (ترمذی) (خاموش مبلغ)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۶ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۶۳ء

آج ذکر کے بعد ابن شیخ التفسیر صاحبزادہ حافظ حمید اللہ صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

ذکر اللہ کی تاکید

مرتبہ خالد سلیم

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی اَمَّا بَعدُ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرَّجِیم
بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ
وَاِن تَعُدُّوا نِعمَتَ اللہِ لَا تُحصُوھَا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ اے انسانوں! اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے بیٹھو۔ تو شمار نہ کرسکو اس کے متعلق میں آج کچھ تھوڑا سا عرض کرونگا اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس قدر ہیں۔ کہ انسان کے لئے اُن کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ ہزاروں نعمتیں انسانوں کی سمجھ اور عقل سے باہر ہیں۔ انسان میں اتنا شعور ہی نہیں کہ وہ یہ معلوم کرسکے۔ کہ کون کون سے اللہ تعالیٰ کے احسانات مجھ پر ہیں۔

اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے لاتعداد احسانات ہیں۔ اور آخرت کی زندگی میں بھی احسانات ہوں گے انسان کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات سے خالی نہیں ہوتا

مثلاً ماں کے پیٹ میں بھی اللہ تعالیٰ اس کو غذا پہنچاتے رہتے ہیں اگر وہ غذا نہ پہنچے۔ تو جسم کی بناوٹ صحیح نہیں رہتی اسی واسطے بعضوں کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہوتے ہیں۔ بعض اندھے۔ لنگڑے لولے بہرے وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسان وفضل ہے کہ ہمارے جسم کے اعضاء ٹھیک بنائے لیکن ہم میں سے کوئی اس کا شکریہ ادا نہیں کرتا (الا ماشاء اللہ)

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کو سمجھتے ہیں۔ اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

آخرت کے اعتبار سے دنیا کی زندگی ماں کے پیٹ میں رہنے کے مانند ہے۔ اگر ہمارے اعتقاد ٹھیک ہیں مشرک نہیں۔ نیک اعمال کی توفیق نصیب ہے۔ تو انشاء اللہ آخرت کا گھر اچھا گزرے گا جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے صحیح سالم پیدا ہوتا ہے

لیکن اگر خدا نخواستہ کسی کے ایمان پر نقص ہوا۔ عقائد میں نقص ہوا۔ تو اس کی روحانیت میں نقص ہوگا۔ اور آخرت کی زندگی میں اُن کے لئے آگ ہوگی جیسے جس طرح بچہ لنگڑا۔ لولہ۔ اندھا وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے۔ کہ انسان کو یہ خیال پیدا ہو جائے کہ میری اصلاح ہو۔ دوسرا احسان یہ ہے کہ اس کو ہادی۔ رہبر۔ رہنما مل جائے۔ تیسرا بڑا احسان یہ ہے کہ اس کو ذکر اللہ کی توفیق ہو جائے۔ اور صحیح زندگی گزارنی شروع کر دے۔

اس کو سمجھانے کے لئے ایک مثال یہ عرض کرتا ہوں کہ ایک بیری کے درخت کو بیر کے پھول لگے اور جھڑ گئے۔ بعض کچے بیر ہوا کے جھونکے سے گر پڑے۔ اور بعض بیر بالکل پک گئے اسی طرح جن کے دل میں اپنی اصلاح کا ارادہ پیدا ہوا۔ اور اُس کی تکمیل نہ ہوئی۔ یعنی کوئی ہادی نہ ملا۔ اُن کی مثال اُس بیر کے پھول کی طرح ہے جو جھڑ جاتا ہے۔ دوسرے وہ جن کو ہادی ملا لیکن اس سے کچھ حاصل نہ کیا۔ اس کے حکم کے مطابق کام نہ کیا۔ تو اُن کی مثال کچے بیروں کی طرح ہے جو گر جاتے ہیں۔

تیسرے وہ کامل لوگ ہیں۔ جن کو ہادی ملا اور انہوں نے اپنی اصلاح کر لی۔ ذکر اللہ کی زیادتی کی سنت نبوی پر عمل کیا۔ شرک و بدعات کے قریب نہ بھٹکے۔ یہ پکے اور پختہ بیروں کی مانند ہیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالاِنسَ اِلَّا لِیَعبُدُونِ

میں نے جنوں اور انسانوں کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے ہماری زندگی کا اصل مقصد اللہ کی یاد ہے۔ اگر ہم نے کسی ہادی سے تعلق جوڑا اس کی بیعت کی لیکن نہ کوئی ذکر کیا۔ نہ نماز پڑھی تو ہمارا حال کچے بیروں کی طرح ہوگا۔ جن کا کوئی فائدہ نہیں

اگر ہادی متبع شریعت ہو۔ اصلاح یافتہ ہو۔ تو انسان کی بتدریج اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان وفضل ہے۔ کہ ہمارا سلسلہ روحانی دارالعلوم دیوبند سے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی جو پیشین گوئی ہے کہ میری امت کے ۷۲ فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ اور فقط ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ اور وہ میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے والا ہوگا۔

الحمد للہ کہ دارالعلوم دیوبند سے وابستہ ہونے والے ہی اس ایک فرقہ میں شامل ہیں۔ چاہے وہ کسی روحانی خاندان سے تعلق رکھتے ہوں ہمیں علماء دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابرین دیوبند سے بالکل صحیح کتاب و سنت کی تعلیم پہنچی ہے۔ باقی جتنے بھی دوسرے فرقے ہیں۔ اُن میں کہیں نہ کسی جگہ ضرور نقص ہے۔ کسی کا عقائد میں۔ کسی کا اعمال میں کوئی حدیث کا منکر ہے۔ کوئی صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کے مخالف ہے۔ کوئی بدعات میں پھنسا ہوا ہے غرض دارالعلوم دیوبند سے وابستہ ہونے والوں کے علاوہ سب فرقوں میں کسی نہ کسی جگہ ضرور نقص ہے اللہ تعالیٰ سب کو روحانی نقائص درست کرنے اور صحیح کتاب وسنت کی روشنی میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ دفعہ احسان وفضل ہے کہ ہم کو مل بیٹھ کر اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور ہادی کامل سے تعلق جوڑنے کی توفیق دی۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ انسان کی بتدریج اصلاح ہوتی جائے گی۔ اس کے برعکس اگر کسی گمراہ پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ تو وہ اپنے ساتھ دوزخ میں لے جائے گا

مجلس ذکر میں آنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ صرف یہاں آکر ذکر اللہ کریں۔ اور باقی سات دن بغیر ذکر اللہ کے گزاریں۔ بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہر وقت ذکر اللہ میں شاغل رہو ہر نماز کے بعد جتنی بھی توفیق ہو۔ ذکر کرو اور روزانہ ایک ہزار اللہ اللہ ضرور کیا کرو۔ ہر شخص اپنے پرانے سبقوں کی ۵ تسبیحاں اور نئے سبق کی ۱۰ تسبیحاں کیا کرے ہر روز قرآن کی تلاوت کیا کرے۔ ان سب چیزوں کا مقصد یہ ہے۔ کہ روحانی بیماریاں دور ہو جائیں اور ہم ایمان کامل کے ساتھ اس جہان سے بالکل شفایاب ہو کر اٹھیں تاکہ آخرت کی زندگی بہتر ہو جائے۔

جس طرح آپ دنیا میں یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اولاد صحیح سالم پیدا ہو۔ لنگڑا۔ لولہ۔ اندھا۔ گونگا وغیرہ کوئی بچہ پیدا نہ ہو۔ اسی طرح آپ کو کوشش کرنی چاہئے۔ کہ ہماری اولاد اور ہم خود آخرت کی زندگی میں صحیح سالم جائیں نہ ہمارے عقائد میں خرابی ہو۔ نہ ایمان میں نقص ہو۔ نہ اعمال میں کوتاہی ہو اور یہ ساری چیزیں اُس وقت ہوں گی۔ جب ہم کثرت سے ذکر اللہ کرنے کی عادت ڈال لیں اس طرح انشاء اللہ ساری روحانی بیماریاں دور ہو جائیں گی اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی اصلاح کرنے کی توفیق دے۔ آمین

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

خطبہ یوم الجمعہ ۷، محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۳۱ رجون ۱۹۶۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ، اما بعد

سفر در وطن

جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولٰنا عبیداللہ صاحب انور مدظلہ العالی

بزرگان محترم!

گذشتہ دو جمعوں میں اس گناہ گار نے تصوف کی دو اصطلاحوں "نظر بر قدم" اور "ہوش در دم" کے سلسلے میں اپنی گزارشات پیش کی تھیں اس مرتبہ "سفر در وطن" کے بارے میں معروضات پیش کرتا ہوں ــــ یہ بھی تصوف ہی کی اصطلاح ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے "سفر در وطن" مشائخ نقشبندیہ قدس اسرارہم کا منفرد اصول ہے۔ اس طریق میں اس سفر کی چاشنی ابتدا ہی سے میسر ہو جاتی ہے اور ابتدا میں نہایت کے درج ہونے کے طور پر حاصل ہو جاتی ہے۔ اس گروہ میں سے جن کو مجذوب سالک بنانا چاہتے ہیں۔ اس کو "سیر آفاقی" کے تمام ہونے کے بعد سیر انفسی میں جس سے مراد "سفر در وطن" ہے آرام دیتے ہیں ۔؎

اس کار دولت است اکنوں تا کرا دہد
ھَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُھَا
مبارک منعموں کو اپنی دولت
بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو!

یہ تحریر فرمانے کے بعد حضرت امام ربانی فرماتے ہیں: "اس نعمت عظمیٰ تک پہنچنا سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے وابستہ ہے۔ جب تک اپنے آپ کو شریعت میں گم نہ کریں، اوامر کے بجا لانے اور نواہی سے رک جانے سے آراستہ نہ ہو جائیں اس دولت کی بُو بھی انسان کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ شریعت کی مخالفت اگر بال برابر بھی ہو اور احوال و مواجید بھی کسی شخص کو حاصل ہو جائیں، تو وہ سب استدراج میں داخل ہیں اور آخر اس کو رسوا و خوار کریں گے محبوب رب العٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے بغیر خلاصی ممکن نہیں چند روزہ زندگی کو خدا تعالیٰ کی رضا میں صرف کرنا چاہیئے۔ یہ کیا زندگانی اور عیش ہے کہ اس کا مولیٰ اس کے فعل سے ناراض ہو۔ حق تعالیٰ تمام جزئی کلی، چھوٹے بڑے احوال پر مطلع اور حاضر و ناظر ہے۔ اس سے شرم کرنی چاہیئے۔ بالفرض اگر کوئی شخص یہ جانے کہ کوئی اس کے افعال ناپسندیدہ اور عیبوں سے واقف ہے تو اس کے حضور میں نامناسب سرزد نہیں ہوتا اور وہ نہیں چاہتا کہ اس کے عیوب پر کوئی شخص مطلع ہو تو پھر کیا بلا پڑی ہے کہ باوجود حق تعالیٰ کو حاضر ناظر جاننے کے کچھ خوف نہیں کرتے اور یہ کیا اسلام ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا اس شخص کے برابر بھی لحاظ نہیں کرتے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو نفسوں کی شرارتوں اور بُرے اعمال سے بچائے

حدیث۔ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

کے مطابق ہر وقت ایمان کو تازہ کرنا چاہیئے اور تمام ناپسندیدہ افعال سے حق تعالیٰ کی جناب میں توبہ اور رجوع کرنا چاہیئے ممکن ہے کہ پھر توبہ کا موقع نہ ملے ــــ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "دیر کرنے والے ہلاک ہو گئے" ــــ فرصت کو غنیمت جان کر خدا تعالیٰ کی رضامندی میں عمر بسر کرنی چاہیئے۔ اور توبہ کی توفیق حق تعالیٰ کی عنایت سے ہے۔ ہمیشہ حق تعالےٰ سے توفیق مانگتے ہیں۔ پھر ان درویشوں سے جو شریعت میں قدم راسخ رکھتے ہیں اور عالم حقیقت سے بخوبی واقف ہیں، دعا طلب کرنی چاہیئے اور مدد لینی چاہیئے تاکہ حق تعالیٰ کی عنایت ان کے طفیل ظاہر ہو کر پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے اور مخالفت کی اس میں گنجائش نہ رہے۔

اگر شریعت کی مخالفت کا راستہ بال بھر بھی کھلا رہے تو خطرہ کا مقام ہے۔ مخالفت کے راستوں کو بند کرنا چاہیئے۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفٰےؐ

(مکتوب ۷۸)

دراصل سفر در وطن کا تصور صرف حضرات نقشبندیہ کے ہاں ہی رائج نہیں بلکہ دوسرے سلاسل میں بھی اس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ حاصل تمام سلسلوں کا وصول الی اللہ ہے سفر در وطن ــــ شہود نفسی اور سیر انفسی سب ایک ہی چیز ہیں۔ حضرت اقدس شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں بسنے کا صحیح طریق اور دل کے چین کا تیر بہدف نسخہ فقط اللہ والے بتاتے ہیں۔ وہ سبق ہی طالب کو یہ دیتے ہیں کہ بیٹا ــــ نظر بر قدم ــــ ہوش در دم ــــ سفر در وطن ــــ خلوت در انجمن کی پابندی ہونی چاہیئے۔ دیکھنا ــــ کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر نہ نکلے کوئی قدم زمین پر اللہ کی یاد کے سوا نہ پڑے وطن بیٹھے ہوئے یوں سمجھو کہ بارگاہ الٰہی کی طرف قدم بڑھائے جا رہے ہو اور بظاہر سب کے ساتھ رہو مگر دل صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہو ــــ یہ سبق پک جائے گا تو دل اسباب دنیا کی طرف متوجہ نہ ہو گا ــــ نگاہ اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر رہے گی ــــ ہر گھڑی یاد الٰہی میں مشغولیت ہو گی۔ دنیا کے غم چھوٹ جائیں گے۔ دھیان فانی سے ہٹ کر باقی کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور اس طرح سکون و چین کی ابدی زندگی نصیب ہو گی۔

محترم حضرات!

آپ دیکھتے ہیں کہ انسان ہی نہیں بلکہ پورا جہان ہر وقت اور ہر گھڑی ایک حرکت میں ہے اور جو چیز کسی وقت بظاہر ساکن بھی نظر آتی ہے غور سے دیکھو تو وہ اس وقت بھی ایک خاص حرکت میں ہوتی ہے۔ حالات بدلتے ہیں، صفات بدلتی ہیں۔ انسان اپنے سونے اور آرام کے وقت اور اپنے گھر میں قیام کے وقت اپنے آپ کو ساکن سمجھتا ہے مگر درحقیقت وہ اس وقت بھی حرکت میں ہوتا ہے کیونکہ حرکت اس کے وجود کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ یہ حقیقت ہر انسان کو سامنے رکھنی چاہیئے کہ انسان صرف اپنا وطن چھوڑنے اور گھر چھوڑنے کے بعد ہی مسافر نہیں ہوتا بلکہ وہ گھر میں بیٹھا ہوا بھی سفر ہی میں ہے۔ زندگی کا ہر سانس اس کے سفر کا ایک قدم ہے جو برابر مسافت طے کر رہا ہے ــــ انسان کی زندگی تو برف کی مانند ہے کہ ہر گھڑی اس کا راس المال

کم ہوتا چلا جاتا ہے اور پانی بن کر بہتا جاتا ہے ؎

نفس کی آمد و شد کہہ رہی ہے غفلت کیش

کہ مثلِ برف ترا بہہ رہا ہے راس المال

اکبر الہ آبادی مرحوم نے بھی بڑی حکیمانہ بات فرمائی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر سانس جو چلا جاتا ہے پھر کر نہیں آتا۔ ہر لمحہ انسان کی سکت اور توانائی گھٹتی اور ہر سالگرہ کے موقع پر خود اپنی گرہ سے زندگی کا ایک سال کم ہوتا چلا جاتا ہے ؎

دل سے طاقت ، بدن سے کس جاتا ہے

پھر کر نہیں آتا جو نفس جاتا ہے

جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا

یاں اور گرہ سے ایک برس جاتا ہے

لیکن انسان اس دنیائے بے ثبات کے فریب میں کچھ اس طرح مبتلا ہو گیا ہے اور اسے لذات و شہوات دنیوی نے کچھ اس انداز سے گھیر رکھا ہے کہ وہ اپنی منزل بھی بھول چکا ہے ؎

محو دنیا میں ہوئے بھول گئے عہدِ الست

اب نہیں یاد نہیں خواب میں کیا کیا دیکھا

اسے دھیان ہی نہیں کہ میں مسافر ہوں اور اس سرائے فانی میں چند روزہ مہمان کی حیثیت سے مجھے زندگی کے دن گزارنے ہیں یہ کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھے تو اسے اپنی ہستی مٹانے اور ذاتِ حق کے شہود کا سبق ملے اور اسے پتہ چلے ، کہ جیسے جیسے اپنی ہستی عدم ہوتی چلی جاتی ہے اور عبودیت میں ترقی ہوتی جاتی ہے ذاتِ خداوندی میں محویت اور صعود ہوتا چلا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ ماسوی اللہ کی گرفتاری اور بندگی سے پوری طرح خلاصی پا جائے اور چونکہ مقصود تخلیق انسانی کا یہ ہے کہ وہ بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے :۔

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○

بندہ آمد از برائے بندگی

زندگی بے بندگی شرمندگی

اور ظاہر ہے کہ جب انسان صحیح معنوں میں حق تعالیٰ شانہٗ کا بندہ بن جائے تو گویا اس نے اپنے پیدا ہونے کا مقصد پورا کر دیا۔ اسی واسطے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے تمام بزرگ اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں اور ان کا فیصلہ ہے کہ مراتبِ ولایت میں سے نہایت کا مرتبہ مقامِ عبدیت ہے اور ولایت کے درجوں میں مقامِ عبدیت سے اوپر کوئی مقام نہیں اور یہ مقام اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے مکمل انقطاع کے بغیر حاصل نہیں ہوتا ——— کائنات اور اس کی ہر شئے حتیٰ کہ اپنے وجود تک کی کامل نفی جب تک نہ کر دی جائے۔ ذاتِ حق کا اثبات اور شہود نہیں ہو سکتا اور نہ بندے میں مقامِ عبودیت اس کے بغیر پیدا ہو سکتا ہے ——— ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیعت کرتے وقت پہلے دن ہی . . . . جب اللہ کے ذکر تلقین فرماتے تھے تو ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو دل میں یہ خیال پختہ کر لیا جائے اور یہ تصور پکایا جائے کہ نہ زمین باقی ہے نہ آسمان اور نہ جن رہے نہ شیطان حتیٰ کہ اپنا وجود بھی عدم ہو جائے اور صرف اللہ کی ذات باقی رہے گویا وہ پہلے دن ہی دل و دماغ میں مقامِ عبدیت کے حصول کی لگن اور اس مقام تک پہنچنے کے لئے راہ پیدا کر دیتے تھے ———

نفس کی پہچان

برادرانِ عزیز!

حقیقت یہی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو پہچان جائے تو وہ خدا کو پہچان جاتا ہے اور مقامِ عبدیت تک پہنچ جاتا ہے ——— چنانچہ اسی لئے حکیم کائنات فخرِ موجودات جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

(جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا ، اس نے خدا کو پہچان لیا۔)

اسی حقیقت کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ یوں بیان فرماتے ہیں آپ کا ارشاد ہے کہ اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہے۔ قولہ تعالیٰ شانہٗ

وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○

چنانچہ یہی اپنے نفس میں غور کرنا اور سیر کرنا ہی سیر انفسی یا سفر در وطن ہے اور اس کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ شہودِ انفسی مراتبِ کمال کا نہایت ہے اور یہ مقام پوری پوری فنا اور کامل بقا کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ مقام حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محترم حضرات!

یقین جانئے کہ فنائے کاملہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ کائنات اور دنیا کی محبت دل سے مکمل طور پر نہ نکل جائے اور آخرت کو وطن نہ مان لیا جائے ——— اگر غور کیا جائے تو انسان کے منزل مقصود تک پہنچنے کی راہ میں سب سے پہلا روڑا اور سب سے بڑی رکاوٹ دنیا ، لذات و شہوات ، خواہشات نفسانی ، اور اپنی ہستی کا وجود ہے ——— چنانچہ جب تک دنیا میں رہ کر دنیا سے دلی بے رغبتی پیدا نہیں ہوتی اور اپنی ہستی فنا نہیں ہوتی ، انسان گوہر مقصود کو نہیں پا سکتا ——— ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی لئے اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے

ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

یہ سب کچھ حال کیونکر بنتا ہے

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ سب کچھ حال صرف اسی صورت میں بن سکتا ہے کہ انسان سوائے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے کسی کو مقصود بالذات نہ بنائے ——— دنیا میں رہے لیکن یہی سمجھے کہ ہم مسافر ہیں ——— حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

" كُنْ فِی الدُّنْیَا كَاَنَّكَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَّ عُدَّ نَفْسَكَ فِیْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ ○

(دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو مسافر ہے اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کر)

اس حدیث میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ اے مرد مومن ! یہ دنیا صرف مسافر خانہ ہے۔ ہر وقت موت کو سامنے رکھ اور آخرت کی طرف قدم بڑھا کہ وہی تیرا وطنِ اصلی ہے اور وہیں تجھے رویتِ حق نصیب ہو گی ——— اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سلوک اسی حدیث میں سمو دیا ہے تو بیجا نہ ہو گا بلکہ بالکل بجا ہو گا۔

اس حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

(دوسری قسط)

واقعہ شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

کوفیوں کی بیوفائی حضرت امام مسلمؓ کی شہادت

دوسرے دن حضرت امام مسلم کے کوفہ میں آنے کی شہرت ہوگئی لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں آنے شروع ہوئے آپ نے امام حسینؓ کا فرمان جو اپنے ساتھ لائے تھے اہل کوفہ کو سنایا، سب نے بڑے جوش و خروش سے سُنا اور پہلے ہی دن، دس ہزار آدمیوں نے امام مسلم کے ہاتھ پر نیابتہً حضرت امام حسینؓ کی بیعت کی اور یہ تعداد لحہ بہ لحہ بڑھنے لگی۔ حضرت مسلمؓ کو کوفیوں کے یہ حالات اور طرز مدارات دیکھ کر اطمینان ہوا اور آپ نے حضرت امام حسینؓ کو لکھا کہ کوفیوں کی وفاداری بے ریا معلوم ہوتی ہے جان و مال قربان کرنے کو حاضر ہیں آپ بلا تامل تشریف لائیے دیر نہ کیجئے۔

اس وقت نعمان بن بشیر صحابی یزید کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے لوگوں کو ڈرایا دھمکایا کہ ایسا نہ کرو مگر کچھ زیادہ مداخلت بھی نہ کی کوفیوں میں سے عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یہ خبر یزید کو لکھی وہ بہت متردد ہوا۔ فوراً سرخون رومی سے جو اس وقت اس کی وزارت کا کام سرانجام دیتا تھا مشورہ کیا اور اس کے مشورہ سے نعمان بن بشیر کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا ان کی بجائے عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کی گورنری سے کوفہ تبدیل کر دیا۔ عبیداللہ بصرہ سے کوفہ روانہ ہوا، ان دنوں کوفہ میں حضرت امام حسینؓ کی آمد آمد کی شہرت تھی۔ ابن زیاد بصرہ کی راہ سے کتراتا ہوا حجاز کی راہ پر آگیا اور حجازیوں کا لباس پہن کر کوفہ کے قریب پہنچا اہل کوفہ سمجھے کہ حضرت امام حسین رضؓ تشریف لے آئے ہیں۔ رات کا وقت تھا جو دیکھتا تھا سواری کے ساتھ ہو جاتا تھا اور چاروں طرف سے مرحبا یا ابن رسول اللہ! قدمت خیر مقدم کے نعرے لگنے لگے ابن زیاد خاموشی کے ساتھ سنتا رہا اور سیدھا دارالامارت میں پہنچا وہاں سب کو رخصت کیا اور فوراً کارروائی شروع کی کوفہ کے تمام سرداروں کو طلب کیا اپنے گورنر کوفہ ہونے کا یزیدی فرمان ان کو دکھایا، بہت ڈرایا دھمکایا، اور رات کو بتایا کہ دمشق دپایہ تخت یزید سے فوجیں روانہ ہو چکی ہیں عنقریب کوفہ میں آنے والی ہیں یہ وہ فوجیں ہیں جن کا تمہیر رحم مقابلہ نہ کر سکا تم کس شمار میں ہو؟ اپنی جانوں اور اہل و عیال پر رحم کرو کیوں اپنے ہاتھوں آپ برباد ہوتے ہو؟ ابھی تک کچھ نہیں بگڑا ہے میں تمہارا قصور معاف کر دوں گا اور یزید سے معاف کرا دوں گا ورنہ بصورت نافرمانی تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے، غرض اس طرح کے نشیب و فراز سمجھا کر ان کی نیتوں کو برگشتہ کر دیا۔ کوفی بالطبع بزدل ہوتے ہیں ڈرانے دھمکانے میں آگئے اور صبح کو حضرت مسلم رضؓ سے سب نے رُخ پھیر لیا حضرت مسلمؓ بہت پریشان ہوئے اور ہانی بن عروہ کے گھر قیام کیا ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو کچھ سوار دے کر بھیجا جو ہانی کو گرفتار کر لایا اس کے بعد تمام رئیسان کوفہ کو دارالامارت میں نظر بند کر گیا۔

اس واقعہ سے کوفہ میں ابتری پھیل گئی حضرت مسلمؓ کے طرفدار لحہ بہ لحہ کم ہوتے جاتے آخر انہوں نے سوائے اس کے کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ بقیہ طرفداروں کو لے کر دارالامارت کو گھیر لیا۔ ابن زیاد نے یہ تدبیر کی کہ رئیسان کوفہ کو رجوان کے پاس نظر بند تھے، کہا کہ اپنی قوم کے لوگوں کو فہائش کر کے اس وقت ٹال دو یہ کام ہم خفیہ میٹنگ کر کے آپس میں طے کر لیں گے۔ چنانچہ رئیسان کوفہ نے ان کو سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا ابن زیاد کی تدبیریں کارگر ہوتی جاتی تھیں شام تک حضرت مسلمؓ کے ساتھ صرف پانچ سو آدمی رہ گئے تھے۔ جب ذرا اندھیرا ہوا تو وہ بھی چل دیئے۔ حضرت مسلم تنہا رہ گئے اور مجبوراً ایک عورت کے گھر میں رات کو پناہ گزین ہوئے اس عورت کا بیٹا محمد بن اشعث کا ملازم تھا اس نے اپنا آقا کو خبر کر دی اور اس کے آقا نے ابن زیاد کو اس معاملہ کی اطلاع دے دی ابن زیاد نے اس عورت کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت مسلم نے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ دیکھا کہ مسلح ہو کر باہر نکلیں آپ نے نہایت دلیری اور جرأت سے قتال کیا آخر زخموں سے چور چور ہو کر گرفتار ہوئے۔ ابن زیاد کے پاس پہنچے تو آخری چند سانس باقی تھے آپ کی شہادت ۳ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ کو ہوئی اس کے بعد ابن زیاد نے ہانی کو بھی قتل کر دیا اور دونوں کے سروں کو یزید کے پاس دمشق بھیج دیا۔

حضرت مسلم رضؓ کے دو خورد سال بچے بھی گرفتار کئے گئے دونوں کو قتل کر دیا گیا حارث نے دونوں کا سر کاٹ کر توبرے میں ڈال لئے اور ابن زیاد کے سامنے پیش کئے وہ نہایت برافروختہ ہوا کہ ان دونوں کو میرے پاس زندہ کیوں نہیں لایا۔

حضرت امام حسینؓ کی کوفہ کو روانگی

حضرت مسلم رضؓ کا خط جب امام حسینؓ کو ملا تو آپ نے کوفہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا تمام عزیز و اقارب کو طلب کیا اور سفر کے سامان لئے۔ ہر ایک کو ضروری خرچ دیا چونکہ یہ خیال تھا کہ اہل کوفہ میرے ساتھ ہوں گے۔ کافی سپاہ بہم ہو جائے گی صرف افسروں کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے اپنے بھائی، بھتیجے۔ بھانجے سب کو ساتھ لیا تاکہ افسروں کا کام سرانجام دیں۔ عورتوں کے محمل آراستہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں جب یہ خبر مشہور ہوئی تو سب حیران رہ گئے بڑے بڑے صحابہؓ آپ کی خدمت میں آئے اور منع کیا کہ آپ نہ جائیے۔ کوفیوں کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں مگر آپ نے نہ مانا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ یہ سُنکر آپ کے پاس آئے اور حضرت علیؓ کے ساتھ کوفیوں کی بدعہدیاں یاد دلائیں۔ حضرت امام حسنؓ کے ساتھ ان کے فریب اور دغابازیوں کا اظہار کیا اور کہا آپ اس ارادہ سے باز آجایئے، لیکن آپ نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ باوجودیکہ عبداللہ ابن عباسؓ رشتہ میں آپ کے چچا تھے آپ کی رکاب پکڑ کر دوڑنے لگے اور رونے لگے۔ مگر تقدیر الٰہی میں تو کچھ اور ہی لکھا ہوا تھا آپ نے منظور نہ کیا۔ آخر میں التجا کی کہ اہل و عیال کو ساتھ نہ لیجایئے یہ بھی منظور نہ ہوا۔

غرض ۸ ذی الحجہ یوم ترویہ سنہ ۶۰ھ آپ مکہ معظمہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے ادھر حضرت مسلمؓ شہید ہوئے ادھر آپ روانہ ہوئے۔ امام حسینؓ منزل بمنزل کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بطن رمہ کے مقام سے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ ابن یقطین کے ہاتھ ایک فرمان کوفیوں کے نام روانہ کیا اس میں آپ نے آنے کی اطلاع اور ضروری ہدایتیں تھیں اور یہ صاحب مقام قادسیہ میں پہنچے گرفتار ہوئے زیاد کے روبرو لائے گئے اور شہید ہوئے۔ منزل ثعلبہ میں بجیر اسدی نے آپ کو تمام حالات سنائے ابن زیاد کا کوفہ میں آنا، کوفیوں کا اس سے مل جانا، حضرت مسلمؓ اور ہانی کا شہید ہونا۔ یہ حالات سنکر آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور واپسی کا ارادہ کیا، مگر حضرت مسلم کے بھائیوں نے نہ مانا اور کہا کہ جب تک ہم مسلمؓ کے خون کا بدلہ نہ لے لیں گے واپس نہ ہونگے

اس مقام سے جو لوگ دنیوی طمع سے آپ کے ہمراہ ہو گئے تھے سب متفرق ہو گئے۔ صرف وفادار رفیق اور عزیز باقی رہ گئے، ان کی تعداد ستر سوار اور کچھ پیادہ کی تھی۔ بعض روایتوں میں کل مردوں کی تعداد ۸۲ تھی۔ فرزدق شاعر نے بھی تمام واقعات کی تصدیق کی، جب دو منزل کوفہ رہ گیا تو ابن یزید ریاحی ۱۱ ہزار سواروں کی جمعیت سے آپ کو آملا اسے ابن زیاد نے بھیجا تھا کہ راستہ ہی میں امام کو روک لے اور کوفہ تک آزاد نہ آنے دے حر مجبوراً امام صاحب کو زیاد کے پاس لے جانا چاہتا تھا اس لئے آپ ۲ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ کربلا کے میدان میں اتر آئے جو بے آب و گیاہ تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ حر نے آپ سے خیر خواہی کی اور اجازت دے دی کہ آپ کسی

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اسلامی تعلیم کا ایک جزو!

سخاوت و سماحت

جناب ابوالوفاء احیائی اعظمی - فاضل دیوبند -

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اسلام کی اس ہمہ گیر تعلیم نے زندگی کا کوئی ایسا شعبہ باقی نہیں چھوڑا جس میں صحیح رہنمائی نہ کی ہو خواہ اس کا تعلق معاشرت سے ہو یا تہذیب اخلاق سے، امور دنیا ہوں یا آخرت کی غیر فانی زندگی۔ غرض اسلامی تعلیمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے جن کے احاطہ کرنے میں ہماری زندگیاں ختم ہو سکتی ہیں مگر یہ غیر ممکن ہے کہ اسلامی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ علم و عقل کی روشنی میں جب ہم ان تعلیمات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہمارے سامنے جہاں بہت سے فرائض و احکام آتے ہیں وہیں پر ہم کو بڑی خصوصیت کے ساتھ سخاوت و سماحت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ اس مختصر مضمون میں مجھے اس تعلیم کی طرف توجہ دلانی ہے تاکہ ناظرین اس سے اندازہ لگائیں کہ اسلامی تعلیم کا حلقہ کس قدر وسیع ہے

سخاوت و سماحت یہ دونوں الفاظ مترادف ہیں ہم معنی ہیں لغت میں ان کے معنی فیاضی اور بخشش و جوانمردی کے ہیں مگر قرآن کریم کی اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ باری تعالےٰ نے بندوں کو جو قوت اور دولت بخشی ہے اور جس قدر انعامات سے اس دنیا میں انہیں نوازا ہے وہ ان کو صرف اپنے ہی تک محدود نہ رکھیں اور صرف اپنے ہی مفاد کے لئے تصرف میں نہ لائیں بلکہ ان سے غیروں کو بھی فائدہ پہنچائیں اور حاجت مندوں اور بے کسوں کی ہر طرح سے مدد کریں۔

سخاوت و سماحت شریعت کا بڑا مہتم بالشان امر ہے یہ اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ امداد و اعانت، خدمت و بخشش کی تمام ہی صورتیں اس کے اندر آجاتی ہیں مثلاً ہر ضرورت مند پر اپنا مال خرچ کرنا اور راہ خدا میں اپنے مال کو مال نہ سمجھنا اپنی طاقت اور زور بازو سے بیکس و مظلوم کی مدد کرنا اپنے علم و فن سے کوئی خدمت کرنا خود مشقت برداشت کر کے اپنے وسائل پیدا کرنا حاجت مندوں پر آسانیاں پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب اسی کی فروعات میں سے ہیں۔

شریعت سے قطع نظر اگر دنیاوی لحاظ سے بھی غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جود و سخا، نیک نامی اور بڑائی کے بڑے اہم اسباب میں سے ہے اسی وجہ سے انسان محبوب خلائق ہو جاتا ہے ادھر ایک طرف یہ اپنے جود و عطا کے سبب قلب انسانیت کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے تو دوسری طرف اس کی شہرت کا ڈنکا چپہ چپہ میں بجنے لگتا ہے۔ اگرچہ اس کی نیت اور منشاء شہرت کا نہیں مگر یہ فطری بات ہے کہ انسان جب کوئی اچھا کام مخلوق کی بہتری اور بھلائی کے لئے خلوص کے ساتھ انجام دیتا ہے تو خود بخود اس کے حسن خلق کا چرچا ہونے لگتا ہے۔ اور لوگ اس کی عزت و تکریم کرنے لگتے ہیں بالکل اسی قاعدہ کلیہ کے ماتحت سخی انسانوں کا حال ہے حتیٰ کہ رہتی دنیا تک ان کا نام تعظیم کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ حاتم طائی کو مرے ہوئے تقریباً چودہ پندرہ سو برس کا زمانہ گذر گیا مگر اب تک لوگ اس کے نام کے ساتھ مثل بیان کرتے ہیں اور اس کا نام زندہ ہے۔

اب ہمیں قرآن و حدیث کی روشنی میں اس حقیقت کو جانچنا چاہئے کہ شریعت میں کہاں تک اس کی اصلیت ہے اور دیکھنا ہے کہ اسلام نے سخاوت و سماحت کے متعلق مسلمانوں کو کس قدر عظیم الشان پیرائے میں توجہ دلائی ہے۔ قرآن تو صاف صاف الفاظ میں مسلمانوں کو یوں حکم دے رہا ہے

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط (البقرہ)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! ہم نے جو کچھ تمہیں (اپنے فضل سے) دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں دوسروں پر بھی) خرچ کرو قبل اس کے کہ (آخرت کا) وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی نہ کسی دوست کی دوستی اور نہ کسی کی سفارش کام آئے گی۔

دیکھئے اس آیت میں باری تعالےٰ نے مسلمانوں کو اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ ہماری عطا کردہ اشیاء کو خود اپنے ہی تک محدود نہ رکھیں بلکہ غیروں پر بھی خرچ کر کے قیامت کے دن کے لئے اپنے اوپر آسانیاں پیدا کریں۔ جبکہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ کوئی یار و مددگار اور سفارشی نہ ہوگا۔ تو یہی صرف اموال فی سبیل اللہ تمہاری مصیبتوں کی آڑ بنے گا۔ اسی آیت کے تین رکوع بعد اللہ تبارک تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ راہ خدا میں جو مال تم خرچ کرتے ہو کچھ میرے لئے نہیں بلکہ تم اپنے ہی لئے کرتے ہو اس کے اجر و ثواب کے مستحق تمہیں ہوگے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ٥ البقرہ

ترجمہ:۔ یعنی جن اچھی چیزوں کو تم (اللہ کی راہ میں) خرچ کروگے اس کا اجر و ثواب تمہیں کو پہنچے گا اور تمہارا یہ خرچ کرنا لوجہ اللہ ہی ہونا چاہئے اور جو اچھی چیز تم راہ خدا میں صرف کروگے اس کا پورا پورا صلہ تم کو ملے گا اور تمہاری حق تلفی نہیں کی جائیگی۔

اس آیت سے ایک بات اور معلوم ہوتی کہ ہمارا یہ اتفاق محض اللہ ہی کے لئے ہونا چاہئے۔ اپنی کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے ورنہ ہمارا یہ سب کیا دھرا ملیا میٹ ہو جائے گا۔

قرآن مجید نے اس سلسلے میں ایک بات اور بتلائی ہے کہ راہ خدا میں خرچ کرنے والا جتنا بھی خرچ کریگا اللہ کی طرف سے اس کو اس کا سینکڑوں گنا عطا کیا جائیگا۔ تو گویا یہ ایک قسم کی انتہائی نفع بخش تجارت ہے اور ایک ایسی کھیتی ہے کہ جس کے ایک ایک دانے کے عوض سینکڑوں ہزاروں دانے کاشتکار کو حاصل ہوتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (البقرہ)

ترجمہ:۔ یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں (ان کے اس مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں ان میں سے ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کو چاہے (اس سے زیادہ بھی) بڑھاتا ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یوں تو قرآن کریم نے بہت سی جگہوں پر اس قسم کا حکم نافذ کیا ہے اور بہت سی آیتوں سے اس کی ترغیب کا پتہ چلتا ہے۔ مذکورہ بالا آیتیں اس کی اہمیت پر دلالت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ورنہ اگر سلسلے کی تمام آیتوں کا احاطہ کیا جائے تو اس کے لئے ایک دیوان کی ضرورت پڑے گی۔

اب اس سلسلے میں فارسی کا یہ مقولہ بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ "ہر چہ خود را نہ پسندی برائے دیگراں مپسند" یعنی ہم راہ خدا میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ ہماری محبوب و مرغوب چیز ہو۔ ایسا نہ ہو کہ جب کوئی چیز ہمارے لئے ناقابل استعمال و بے قیمت ہو جائے اور اسے ہم تصرف میں لانا پسند نہ کرتے ہوں تو اسے اٹھا کر راہ خدا میں دے دیا جائے۔ یہ میں کچھ اپنی طرف سے نہیں لکھ رہا ہوں۔ اور یہ مقولہ نہ صرف مقولہ ہی ہے بلکہ عین مفہوم ہے باری تعالےٰ کے اس کلام کا۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ

وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ

ترجمہ:- اے ایمان والو! تم اپنی کمائی میں سے اور زمین سے ہماری نکالی ہوئی اشیاء میں سے اچھی اور عمدہ چیزیں (راہ خدا میں) خرچ کرو۔ اور ایسا نہ ہو کہ تم جان بوجھ کر قصداً اس میں سے ردی و خراب چیزیں اس راہ میں خرچ کرو۔ حالانکہ اگر تم کو کوئی ردی چیز دے تو تم اس کو لینے والے نہیں۔ مگر یہ کہ تم اس میں چشم پوشی سے کام لو۔

ایک دوسری آیت سے بھی اس مقولہ کی تقویت ہوتی ہے:-

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

ترجمہ:- تم نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جبتک کہ تم (راہ خدا میں) ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب و مرغوب ہوں۔

بہر کیف انسانی اوصاف میں سخاوت ایک ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے بندہ خالق و مخلوق دونوں کے نزدیک محبوب و مقبول رہتا ہے۔ اس کی دنیوی و اخروی زندگی دونوں خوشگوار ہو جاتی ہیں اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ۔ (اور کما قال مشکوٰۃ) یعنی سخی انسان خدا کا مقرب بندہ ہے اور جنت سے بھی قریب ہے اور تمام انسانوں سے بھی۔

اسلام کو اس بات پر فخر حاصل ہے کہ اس نے اپنے متبعین میں ایسے ایسے افراد پیدا کئے کہ ابتداء آفرینش سے لے کر اب تک کسی مذہب اور کسی دین نے نہیں پیدا کئے اور مجھے یقین ہے کہ تا قیامت نہ کر سکیں گے۔ اب ہم ذرا اسلام کے اس نظام سخاوت و سماحت کی شمع کو مدنظر رکھ کر پیروان اسلام سلف صالحین صحابہ کرام کے کارناموں کی طرف نظر دوڑانی چاہئے اور دیکھنا چاہیے کہ اس شمع کی کرن نے ان کے دلوں پر کیا اثر ڈالا۔ اور اس پر ان کا کیا طرزِ عمل رہا۔ تو یقیناً آپ کو بڑے بڑے حاتم اس امت میں ملیں گے کہ جن کی زندگیاں جود و سخا کرتے کرتے ختم ہو گئیں۔ مجھے اس کی فہرست شمار کرانی مقصود نہیں بلکہ بس اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ اس امت میں بھی ایسے ایسے افراد پیدا ہوئے ہیں اور تقریباً ہر زمانے میں رہے ہیں کہ ان کی نظیر کسی دوسری امت میں ملنا مشکل ہے۔ اب میں آپ لوگوں کو اس امر کی جانب توجہ دلاتا ہوں۔ کہ خود داعیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے لئے کیا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے۔

درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اسخی الاسخیاء سرتاج الفیاضین تھے۔ یہ کوئی زبانی دعوٰے نہیں ہے بلکہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور سب دنوں سے زیادہ آپ رمضان المبارک میں سخی ہو جاتے تھے۔ (بخاری شریف)

آپ سراپا جود و سخا تھے۔ سخاوت و سماحت کے ایسے نمونہ تھے کہ جس کی مثال نہیں ہو سکتی اور بھلا اس کے برعکس ہو بھی کیسے سکتا تھا۔ کیوں کہ پہلی بات تو یہ تھی کہ آپ کو احکام شریعت کی اشاعت و تبلیغ سے اتنی فرصت ہی کہاں ملتی تھی کہ مال و دولت کے جمع کرنے کی طرف توجہ دیتے دوم۔ آپ کی غیور طبیعت نے کبھی بھی اپنے نفس یا اہل و عیال کی آسائش کے لئے زائد از ضرورت اشیاء کو رکھنا پسند کیا ہی نہیں جیسے معلوم ہوتا تھا کہ مال سے آپ کو ایک طرح کی دشمنی ہو جو کچھ بھی ملتا تھا اُسے راہ خدا میں لٹا دیا کرتے تھے۔ اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ رات کو سوتے وقت تک تمام مال ختم کر ڈالتے تھے۔ اور صبح کے لئے کچھ نہ بچتا تھا۔ آپ کو راہِ خدا میں مال لٹانے کا اتنا شوق تھا کہ اس کا اندازہ آپ اس حدیث سے لگا سکتے ہیں:-

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ عِنْدِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِیْ اَنْ لَّا یَمُرَّ عَلَیَّ ثَلٰثُ لَیَالٍ وَ عِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اَرْصُدُهٗ لِدَیْنٍ

(رواہ بخاری و مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو میری خوشی اس بات میں ہوگی کہ میرے اوپر تین رات بھی گذرنے نہ پائیں کہ اس میں سے کچھ میرے پاس باقی بچے علاوہ اس بات کے کہ کچھ اس میں سے کسی قرض کی ادائیگی کے لئے روک لوں۔

ذرا آپ حضور پُر نور علیہ التحیہ والتسلیم کے اس انفاق فی سبیل اللہ کے اشتیاق کو دیکھئے کہ اگر اُحد (پہاڑ) کے برابر سونا آپ کی ملکیت میں آجاتا تو آپ کو گوارہ نہ ہوتا کہ تین رات سے زیادہ آپ کے پاس رہے۔ گویا آپ نے واضح فرما دیا کہ مال و دولت ایک قسم کا بار ہے اور اس بار کو سر سے ہٹانے کا سب سے بہترین علاج راہِ خدا میں اس کا لٹانا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنی زندگی میں کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ مَا سُئِلَ النَّبِیُّ صلعم شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے اس کے جواب میں نہیں فرمایا ہو۔

بلکہ ہمیشہ ہر سائل کو دیا۔ اور کبھی وقتی طور پر آپ کے پاس اگر موجود نہ رہا تو قرض تک منگوا کر دیا۔ دیکھئے یہ تھا آپ کا جود و سخا پر عمل۔ چنانچہ آپ کا یہ دستور تھا کہ کسی کام کو پہلے خود کرتے تھے۔ پھر دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے چنانچہ آپ نے اس پر خود بھی عمل کیا اور دوسروں کو بھی خدا کا حکم سنایا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْكَ۔ (بخاری و مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کا اپنے بندوں کو ارشاد ہے کہ تم دوسروں پر خرچ کرتے رہو میں تم پر خرچ کرتا رہوں گا۔

بخاری شریف میں ایک واقعہ منقول ہے۔ جو یقیناً آپ کی فیاضی اور دریا دلی کا پورا پورا ثبوت دیتا ہے جس کا ماحصل یہ ہے:-

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ بحرین سے آپ کے پاس مال کثیر آیا۔ حضورؐ نے ان سب کو مسجد میں ڈال دینے کا حکم دے دیا اور اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہ فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو چکنے کے بعد آپ مال کے پاس تشریف لائے۔ اور ایک طرف سے ضرورت مندوں کو تقسیم کرنا شروع کیا۔ اسی اثناء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم جس قدر سونا چاندی اٹھا سکو اٹھا کر لے جاؤ۔ ابن عباسؓ نے چادر بچھا کر سونے چاندی کا ایک گھٹڑ تیار کیا گھٹڑ چونکہ کافی وزنی ہو گیا تھا اس لئے تنہا اٹھانے میں دقت محسوس ہوئی تو انہوں نے دوسروں سے مدد طلب کی — تو حضورؐ نے خندہ پیشانی سے فرمایا۔ اے ابن عباسؓ! یہ شرط نہیں ہے۔ تمہیں خود ہی بغیر کسی مدد کے اٹھانا ہوگا۔ چنانچہ ابن عباسؓ اپنے بوجھ کو دو چار مرتبہ ہلکا کر کے سب مال لے گئے جب وہ جا رہے تھے تو حضورؐ ان کی طرف دیکھتے تھے اور ان کی حرص الی المال پر تعجب کرتے تھے۔ غرض آپؐ اسی طرح برابر مال تقسیم کرتے رہے۔ جب ایک حبہ بھی باقی نہ بچا تو آپ اٹھے اور ہاتھ جھاڑ کر گھر تشریف لے گئے۔

آپؐ فاقے پر فاقہ کرتے تھے۔ مصیبتیں مشقتیں برداشت کرتے بسا اوقات مہینہ کا مہینہ گذر جاتا تھا آپؐ کے گھر چولھے میں آگ تک جلنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شکم اطہر پر پتھر باندھ کر وقت کاٹتے تھے۔ ان سب صورتوں میں آپؐ نے ہمیشہ محتاجوں کا خیال رکھا خود تو مصیبتیں جھیلتے تھے مگر غیروں کی مصیبت کو نہ دیکھا جاتا تھا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ کے پاس نوے ہزار درہم آئے جو ایک بوریے پر ڈھیر کر دئے گئے آپ نے ان سب درہموں کو تقسیم کر دیا اور کسی سائل کو رد نہیں کیا اور اسی شام کو آپ کے گھر میں فاقہ تھا (بخاری شریف)

اسی طرح کے بیشمار واقعات احادیث کی کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ مجھے مختصراً یہ عرض کرنا ہے

کہ آپؐ کو جملہ اوصاف کی طرح سخاوت وفیاضی میں بھی جو مقام حاصل تھا۔ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب آپؐ اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں تو علاوہ چند کھانے پکانے کے برتنوں کے اور ایک بوسیدہ کپڑے کے جو اس وقت مرض الموت میں بستر کا کام دے رہا تھا۔ اور ایک زرہ ایک ڈھال کے کہ وہ بھی ایک یہودی کے پاس گروی تھی اور کچھ نہیں چھوڑا۔ اور بقول حضرت عمر بن الحارثؓ کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت سوائے اپنے سفید خچر اور ہتھیار کے اور ایک قطعہ زمین کہ اس کو بھی آپؐ نے صدقہ کر دیا تھا نہ کوئی درھم چھوڑا نہ کوئی غلام اور نہ کوئی لونڈی اور نہ کوئی چیز چھوڑی۔

(بخاری شریف)

انتقال فرمانے سے ذرا قبل آپ دریافت فرماتے ہیں کہ گھر میں کچھ نقد ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ جواب دیتی ہیں ہاں چند درہم ہیں۔

آپؐ فرماتے ہیں۔ ان درہموں کو راہ خدا میں دے دو اس لیے کہ نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ۔ ہم انبیاء کے گروہ نہ دنیوی ورثہ پاتے ہیں اور نہ دنیاوی ورثہ کسی کے لئے چھوڑتے ہیں۔ (بخاری شریف)

مسلمانان عالم کے لئے سوچنے کا مقام ہے کہ وہ مدنی آقا شہنشاہ عرب وعجم کہ جس کے قدموں پر مال و دولت (عنان حکومت وطاقت ہاتھوں میں آنے سے پہلے) فدا ہو رہے تھے مگر انہوں نے اس فانی چیز پر باقی جل شانہ کو ترجیح دی۔ اور تمام مال وزر کو ہیچ سمجھا۔ ابتداء اسلام میں جب کہ کفار ہر طرح سے عاجز آگئے تھے اور ظلم وتعدی عدوان وسرکشی سے کام نہ چلا تو مال وزر، تاج وحکومت کی لالچ دلانے لگے تھے۔ چنانچہ آپ کے عم محترم کے ذریعہ کہلوایا۔ چنانچہ جب حضرت ابو طالب نے مال وزر کی حرص دے کر اور منافقین کے استیلائے عظیم کا عذر کر کے آپ کو سمجھایا تو آپ نے پورے عزم و استقلال اور مال ودولت سے متنفرانہ انداز میں جواب دیا۔

”چچا جان! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب لا کر رکھ دیں جب بھی میں اپنے کام سے باز نہ آؤں گا“۔

اسی طرح جب خدا نے آپؐ کو قوت وحکومت کا مالک بنایا تو دولت کے ڈھیر آپ کے سامنے لگے رہتے تھے۔ مگر پھر بھی اس کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔ بلکہ آپؐ نے ایسے مواقع پر اور زیادہ دریا دلی سے کام لیا اور اپنی اس شان فیاضی کو کہ جسے آج تک کوئی نہ پہنچا اور نہ کبھی پہنچے گا روز روشن کی طرح واضح فرما دیا۔

اگر آج دنیا کے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنا دستور العمل بناتے تو یہ روز دیکھنا نصیب نہ ہوتا جس کو آج دیکھ رہے ہیں۔ یہ بات قابل تسلیم ہے کہ مسلمانوں کے پاس اس وقت اتنا مال ودولت کہاں جو اس طرح سخی بنیں انہیں کچھ دشواری لاحق ہوگی۔ علاوہ ازیں رسولؐ کی بات دیگر ہے کہ وہ قوم کے رہنما، خدا کے فرستادہ اور محبوب بندے ہوتے ہیں کتنے کمالاتؐ اوصاف خود انہیں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں۔

کوئی دوسرا اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ مگر یہ ضروری امر ہے کہ ہر مسلمان حتی المقدور اس نیک عمل میں حصہ لیں۔ اور یہ ممکن بھی ہے پس کیوں نہ ہم اس اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے غریب ودکھیا کی مدد کر کے سخاوت وسماحت کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کو حاصل کریں اور بلند سے بلند مقام کے حصول کے درپے رہیں ؎

ہر چہ داری کن نثار راہ او
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا

نوجوانوں سے

سید امین گیلانی
شیخوپورہ

تمہیں کیا میں بتاؤں میرے دل کی بے کلی کیا ہے
یہ غم کم ہے، تمہاری نوجوانو! زندگی کیا ہے

لٹا کر دین اپنا، لوٹتے پھرتے ہو دنیا کو
قضا ہنستی ہے سر پر، دیکھ کر یہ دھاندلی کیا ہے

یہ دن کو چست پوشاکیں، یہ شب کو رقص و موسیقی
کبھی سوچا بھی ہے تم نے یہ طرز زندگی کیا ہے

حیا عنقا، خرد گم، دین سے بیگانہ، دل مردہ
یہ سرمستی ہے کیا، نشہ ہے کیا، یہ بیخودی کیا ہے

سینما ہے، کلب ہے، ریڈیو ہے، تاش ہے، تم ہو
کبھی یہ بھی تو سوچو، قبر کیا ہے، جانکنی کیا ہے

تباہی ہے تباہی، دوستو اپنی روش بدلو
یہ بندوں کی طرح سوچو، مقام بندگی کیا ہے

خدا شاہد، خدا والوں کی مجلس میں اگر بیٹھو
تمہیں معلوم ہو، ایمان کیا ہے آگہی کیا ہے

ادھر آؤ جھکا کر سر، منا لیں اپنے مولا کو
یہی گر ہے کہ ہم اپنا بنا لیں دین و دنیا کو

محمد شفیع عمر الدین (سانگھڑ)

صلۂ نیک کے اُمیدواروں کے خصائل

ے برگے کہ از برائے مطیعاں کشند خدائے
عاصی چگونہ بر سرآں برگ خوان شود
خرم دلے کہ در حرم آباد امن و عیش
حق را بخوانِ لطف و کرم مہماں شود
(سعدیؒ)

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ لا الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ ج وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ص وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ قف وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝ ط (آل عمران آیت ۱۳۱ تا ۱۳۶)

ترجمہ:- اور اللہ اور رسول کی تابعداری کرو تاکہ رحم کئے جاؤ۔ اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو، اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں۔ اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں۔ اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔ اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور وہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کریں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں۔ اور سوائے اللہ کے اور کون گناہ بخشنے والا ہے۔ اور اپنے کئے پر وہ اڑتے نہیں۔ اور وہ جانتے ہیں۔ یہ لوگ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں سے بخشش ہے۔ اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی — ان باغوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ اور کام کرنے والوں کی کیسی اچھی مزدوری ہے۔

حاصل یہ نکلا

کہ نیک صلہ پانے والے حضرات کی صفات یہ ہیں:-

۱- اللہ تعالٰے کے احکام کی اطاعت کرنا۔
۲- حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرمانبرداری کرنا۔
۳- مغفرت اور حصول جنت کے لئے کوشش کرنا۔
۴- پرہیزگاری اور تقوٰی اختیار کرنا۔
۵- تونگری اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں اللہ تعالٰے کے راستے میں خرچ کرنا۔
۶- غصہ آئے تو پی جانا۔ دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دینا۔
۷- لوگوں کی برائیوں سے درگذر کرنا۔ بدلہ لینے کے درپے نہ ہونا۔
۸- نیکوکار بننا تاکہ قرب الٰہی حاصل ہو۔
۹- کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً اللہ تعالٰے کے ذکر میں لگ جانا اور توبہ و استغفار کرنا۔
۱۰- بُرے کاموں پر اڑ نہ جانا۔ بلکہ فوراً کنارہ کش ہو جانا۔ اور استغفار سے سابقہ برائی کی تلافی کرنا۔

ایماندار صبر کرنے والے، اور اللہ تعالٰے پر بھروسہ رکھنے والے

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّھُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝ صلے الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ (العنکبوت آیت ۵۸-۵۹)

ترجمہ:- اور جو ایمان لائے اور نیک کام کئے البتہ ہم انہیں جنت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہاں ہمیشہ رہیں گے عمل کرنے والوں کا کیا اچھا بدلہ ہے۔ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

یہاں مومنوں کے دو اوصاف کا ذکر ہے:-

۱- صبر کرنے والے - مصائب اور تکالیف کو برداشت کرنا۔ اور دین اسلام پر صبر کر کے محکم رہنا۔ اس کے احکام پر ڈٹ کر عمل کرنا۔ حضرات صحابۂ کرامؓ نے دین کی خاطر حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ خویش و اقارب کو دین ہی خاطر خیرباد کہا۔

۲- توکل کرنے والے:- دین اور دنیا کے سب معاملات میں اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کے اندر سے باہر نظر آتا ہے اور باہر سے اندر نظر آتا ہے۔ یہ اللہ تعالٰے نے ان کے لئے بنائے ہیں جو

۱- اطعم الطعام۔ کھانا کھلاتے ہیں۔
۲- واطاب الکلام۔ اور اچھی بات کرتے ہیں۔ (خوش کلام ہیں اور پاکیزہ الفاظ استعمال کرتے ہیں)
۳- وتابع الصلوٰۃ - اور نماز کے پابند ہیں۔
۴- والصیام۔ اور روزے رکھتے ہیں۔
۵- وقیام باللیل والناس نیام۔ اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں۔ یہ نماز (تہجد) پڑھتے ہیں۔ (ابن کثیرؒ)

دُور اندیش عقلمندوں کے خصائل حمیدہ

اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ کَمَنْ ھُوَ اَعْمٰی ط اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ لا الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ۝ لا وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ط وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّھِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ ۝ لا جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ ۝ ج سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ۝

(الرعد۔ آیت ۱۹-۲۴)

ترجمہ:- بھلا جو شخص جانتا ہے کہ تیرے رب سے جو کچھ اترا ہے حق ہے اس کے برابر ہو سکتا ہے جو اندھا ہے۔ سمجھتے تو عقل والے ہی ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اس عہد کو نہیں توڑتے۔ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کے ملانے کو اللہ نے فرمایا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اور بُرے حساب کا خوف رکھتے ہیں اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضامندی کے لئے صبر کیا۔ اور نماز قائم کی اور ہمارے دئیے ہوئے میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرتے ہیں۔ انہیں کے لئے آخرت کا گھر ہے۔ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں۔ جن میں وہ خود بھی رہیں گے اور ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیکوکار ہیں۔ اور ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے۔ کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے۔ پھر آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ ایماندار اور بے ایمان برابر نہیں۔ ایمانداروں

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور خطیب بغدادیؒ

رأس المحققین حضرۃ مولانا سیّد امین الحق صاحب شیخوپورہ کا

(قسط نمبر ۸)

دوسرے حضرات آئمہ حدیث

خطیب اپنی تاریخ کے ص ۳۴۶ ج ۱۳ اور حافظ ابن عبدالبر کتاب الانتقاء ص ۱۳۵ پر لکھتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں لوگ کتاب وسنت کے معانی کے علم وفہم علم فقہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے عیال خوشہ چیں ہیں اور فرمایا امام ابوحنیفہ علم فقہ میں مسلم ہیں اور فرمایا میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ دوسرا فقیہہ نہیں دیکھا ہے۔ اور فرمایا جو کتاب وسنت کے معنی مراد کو جاننا چاہتا ہے وہ ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ لازم رہے۔

حسن بن صالح فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ فقیہہ عالم تھے۔ ابوحنیفہ علم میں ثابت اور راسخ تھے۔ ابوحنیفہ کو جب صحیح حدیث ثابت ہوتی تھی تو دوسری طرف توجہ نہیں کرتے تھے (کتاب الانتقاء ص ۱۲۸)

سفیان ثوری فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ علم کے لینے میں بہت زیادہ احتیاط اور اہتمام کرتے تھے۔ اللہ کے حلال کو حرام اور اللہ کے حرام کو حلال بتانے سے بہت ہی بچتے اور احتراز کرتے تھے۔ ابوحنیفہؒ ان احادیث پر عمل کرتے تھے جن کو ثقاۃ رواۃ نے روایت کیا ہے۔ اور ان میں بھی حضور کے آخری فعل پر عمل کرتے تھے۔ ابوحنیفہ ایسی حدیث پر عمل کرتے تھے جس پر ابوحنیفہ نے دوسرے علماء کو عمل کرتے دیکھا ہے۔ پھر ایک قوم نے ابوحنیفہؒ کی برائی کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ہم کو معاف فرمائے۔　کتاب الانتقاء ص ۱۴۲

امام احمد فرماتے ہیں اگر ابوحنیفہؒ ابویوسفؒ محمد ابن حسنؒ کی کسی ایک مسئلہ میں ایک رائے ہو تو ان کی رائے کی مخالفت نہیں سنی جائے گی

اور خطیب مقاتل بن سلیمان کے ترجمہ میں امام شافعی کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں لوگ کلام وعقائد میں امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔ خطیب کی تاریخ ص ۱۶۱ ج ۱۳ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ ایسے حضرات آئمہ کے زریں اقوال ہیں۔ جن کا نام لے کر ابن ابی داؤد نے یہ کہا ہے۔ کہ ان حضرات ائمہ کو امام ابوحنیفہ کی گمراہی پر اتفاق ہے۔ معاذ اللہ ان حضرات کے نام سے مذکورہ حکایت کرنے میں ابن ابی داؤد کے جھوٹے ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ہمیں ابن ابی داؤد کی اس غیر ثقہ مذموم جسارت پر تعجب ہوتا ہے کہ اس مکذوبہ حکایت کے گھڑنے میں وہ اپنے کبیر العلم، جلیل القدر باپ ابوداؤد صاحب سنن کے جھٹلانے میں بھی دریغ نہیں کرتا ہے ذھبی امام ابوحنیفہ کے ترجمہ میں اور ابن عبدالبر امام مالک کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ ابوداؤد فرماتے ہیں امام مالکؒ امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ پر اللہ رحم فرمائے یہ تمام حضرات علم میں دین میں امام ہیں۔

تیسری وجہ اس حکایت کے جھوٹے ہونے کی یہ ہے ابن ابی داؤد اگر ایسی بات کہتے ہیں جس کی تائید کوئی امام حدیث نہیں کرتے اور ایسے آئمہ حدیث کے خلاف کہتا ہے جو اس سے بدرجہا زیادہ ثقہ ہیں تو اس کی بات اعتماد کے قابل نہیں ہے اس لئے کہ اس کی ثقاہت پر بھی ائمہ حدیث کو اتفاق نہیں ہے بلکہ ائمہ حدیث نے اس کو جھوٹا کہا ہے —— ذھبی میزان الاعتدال میں اور ابن حجر لسان المیزان میں ابن ابی داؤد کے ترجمہ میں کہتے ہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں ثقہ حدیث کی روایت میں ثقہ ہے مگر حدیث پر کلام کرنے میں بہت خطا کرتے ہیں۔ ابوداؤد صاحب سنن فرماتے ہیں میرا بیٹا عبداللہ جھوٹا ہے۔ ابن صاعد فرماتے ہیں ہمارے لئے اس قدر ہی کافی ہے کہ اس کے والد نے اس کو جھوٹا کہا ہے۔ ابراہیم اصبہانی فرماتے ہیں۔ ابوبکر ابن ابی داؤد جھوٹا ہے۔ ابن ابی داؤد پر ناصبیت کا الزام تھا۔ اور اس کی پاداش میں جلاوطن کر دئے گئے تھے۔ ابوداؤد سید الحفاظ اہل حدیث کا امام ترمذی اور نسائی کے استاد ہیں۔ اور ابراہیم کو دار قطنی حافظ نبیل کہتے ہیں۔ اور ابو نعیم نے کہا ہے کہ ابراہیم حفظ اور معرفت تمام اہل عصر پر فائق ہیں۔ ان حضرات ائمہ حدیث نے ابن داؤد کو جھوٹا کہا ہے۔ ابن ابی داؤد بد اعتقادی کا ملزم اور کذب سے بدنام ہے۔ اس لئے ایسے کردار کے صاحب کی حکایت کے جھوٹ ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اگر ابن ابی داؤد کو مسلم ثقہ بھی مان لیا جائے تو اس کی حکایت کی تائید کسی ثقہ نے نہیں کی۔ بلکہ اس نے اپنے سے بدرجہا زیادہ ثقہ آئمہ حضرات کے خلاف امام ابوحنیفہؒ کو الزام دینے میں مذکورہ مکذوبہ حکایت کی روایت کی ہے۔

اور جب ایسی حکایت کے کذب اور شذوذ میں کسی اہل علم کو تامل نہیں ہو سکتا ہے تو ایسی کاذب اور شاذ روایت کو خطیب کا محفوظ روایت کہنا اہل علم کو دکھ دیتا ہے۔ اور خطیب کے خلاف ان اہل علم حضرات کا صرف اس قدر کہنا ہے کہ خطیب نے اس قسم کی روایات کو اطمینان سے نقل کرنے میں تعصب کیا ہے۔ اور اپنی تاریخ کو بدنام کر دیا ہے خطیب نے اس متعصبانہ روش میں امام ابوحنیفہؒ کی عظمت اور جلالت کو کم نہیں کیا بلکہ اپنی تاریخ کو ملامت کا نشانہ اور ناقابل وثوق بنا دیا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہر کہ با پولاد بازو پنجہ کرد
ساعدِ سیمینِ خود را رنجہ کرد

چنانچہ حافظ محمد ابن یوسف صالحی شافعی لکھتے ہیں۔ "ابوبکر خطیب بغدادی نے امام ابوحنیفہؒ کی تعظیم میں جو مخل باتیں نقل کی ہیں۔ ان سے کوئی صاحب دھوکہ نہ کھائے۔ اگرچہ خطیب صاحب نے ان باتوں کے نقل کرنے سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کی مدح کرنیوالوں کی روایات نقل کی ہیں۔ اور اس کے بعد مخالفین کی باتیں نقل کی ہیں۔ تاہم خطیب نے اس وجہ سے اپنی کتاب کو بڑا عیب لگایا ہے۔ اور خطیب بڑوں اور چھوٹوں کے لئے ایسا کرنے میں ملامت کا ہدف بن گیا ہے اور خطیب نے ایسا کرنے میں ایسی گندگی اچھالی ہے جو سمندروں میں بھی نہ دھل سکے"

خطیب کی اس متعصبانہ تاریک روش کے خلاف حنفیوں نے بہت کم لکھا ہے بلکہ خطیب کی تاریخ میں امام ابوحنیفہؒ کے خلاف مذکورہ ذمائم کو طشت از بام کرنے والے زیادہ تر شوافع، حنابلہ اور مالکیہ ہیں۔ جنہوں نے خطیب کے اس غیر ثقہ فکر پر غیظ وتاسف کے اظہار کے ساتھ خطیب کے عائد کردہ الزامات سے اپنے آئمہ متبوعین کی برأت کو بھی ظاہر فرمایا۔ اور یہ بتلا دیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مثالب سے اپنی آلودگی ہرگز پسند نہیں کرتے ہیں۔ اور مذکورہ قسم کے مصلحین حضرات سے اس قدر گذارش ہے کہ خطیب کی روایات کی مدد سے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف کیچڑ اچھالنے کے جذبات کو ٹھنڈا کر دیں۔ ورنہ ہمیں ڈر ہے کہ نعیم ابن حماد ابن معاویہ کی طرح امام ابوحنیفہؒ کی بدگوئی اور من گھڑت حکایات بنانے کی پاداش میں قابل عبرت سزا نہ پائیں۔ نعیم ابن حماد امام ابوحنیفہؒ کے خلاف بدگوئی میں مصروف تھا۔ اور دنیا میں اس کو عبرتناک سزا مل گئی۔

خطیب اپنی تاریخ کے ص ۳۱۴ ج ۱۳ پر لکھتے ہیں:۔
"نعیم ابن حماد قید خانے میں فوت ہو گیا ہتھکڑیوں سے جکڑ کر ایک گڑھے میں ڈالا گیا نہ اس کو کفن دیا گیا اور نہ اس پر جنازہ پڑھا گیا۔

واللہ المستعان علیٰ ما تصفون

فقہی و علمی مسائل اور ان کے جوابات

از مولانا محمد سمیع الحق مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

نوٹ :۔ ادارہ خدام الدین کے نام جو فقہی و علمی مسائل آتے رہتے ہیں ان میں سے بعض کے جوابات حسب ذیل ہیں (ادارہ)

سوال :۔ حسب ذیل مسائل کے بارہ میں اہل سنت والجماعت کے صحیح عقائد سے آگاہ فرماویں

۱۔ کیا امام مہدی آخرالزمان حضرت حسینؓ کی اولاد سے ہوں گے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں ؟ احادیث نبویہؐ کی روشنی میں حضرت مہدی کے امام حسینؓ یا امام حسنؓ کی اولاد میں سے ہونا بیان فرماویں۔

۲۔ حضرت مہدی کب اور کہاں پیدا ہوں گے۔ ان کا اسم مبارک اور ان کے والدین کے اسم مبارک ان کے بارہ میں آواز غیب اور مختصر حالات مہدی و حضرت عیسیٰ علیہ السلام تحریر فرماویں۔

۳۔ نازل ہونے والے حضرت عیسیٰؑ سے عیسیٰؑ ابن مریم مراد ہیں یا کوئی اور عیسیٰؑ ؟ کیونکہ آجکل کئی مسیح موعود بنے پھرتے ہیں۔

المستفتی امیر حسین بلاک ع۱ مکان ۳۵ گلی نمبر ۳ سرگودھا شہر

الجواب وباللہ التوفیق ۔ (۱) حضرت مہدی کا فاطمی اور خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہونا احادیث قویہ صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے اکثر روایات میں حضرت مہدی کے بارہ میں رجل مِنْ اَهْلِ بَيْتِي (یعنی میرے اہل بیت میں سے) اور مِنْ عِتْرَتِي (میری اولاد میں سے ہوگا) کے الفاظ موجود ہیں۔ ترمذی شریف جلد دوم ص ۴۶ میں متعدد روایات ہیں۔ جنہیں امام ترمذیؒ نے حدیث حسن صحیح کہا ہے۔ نیز ابوداؤد کی روایت میں ہے عن سلمۃؓ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المھدی۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو من عترتی من اولاد فاطمۃ (مشکوٰۃ ص ۴ بروایت ابوداؤد شریف) یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت مہدی نسبًا سید اور فاطمۃ الزہرا کی اولاد میں سے ہوں گے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس بارہ میں جو متعدد روایات وارد ہوتی ہیں وہ معنًا حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ حضرت مہدی علیہ السلام والدہ ماجدہ اور والد ماجد دونوں طرف سے نجیب الطرفین سید ہوں گے۔ والدین میں سے ایک سلسلہ حضرت امام حسنؓ اور ایک حضرت امام حسینؓ سے ہوگا۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی ہیثمی نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے۔

جواب سوال ۲ :۔ (حضرت مہدی کے اجمالی حالات) حضرت مہدی کے علامات ظہور ان کے حالات شکل و شباہت اور شمائل و عادات احادیث نبویہ میں مفصلاً مذکور ہیں۔ حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے علامات قیامت کے ضمن میں ان چیزوں کو مفصل اور یکجا جمع کیا ہے۔ اس رسالہ کی بنیاد آیات قرآنیہ اور مستند احادیث نبویہ پر ہے۔ یہاں ان کے رسالہ علامات قیامت سے اجمالاً مختصر حالات نقل کئے جاتے ہیں۔

حضرت امام مہدی کے ظہور کی علامت یہ ہوگی کہ اس سے قبل ماہ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگ چکے گا اور بیعت کے وقت آسمان سے ندا آئے گی۔ هٰذا خليفة الله مهدی فاسمعوا له واطيعوا۔ (یہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے اس کا حکم سنو اور مانو۔

اس آواز کو اس جگہ تمام خاص و عام سن لیں گے حضرت امام سید اور اولاد فاطمہ سے ہوں گے۔ آپ کا قد و قامت قدرے لمبا بدن چست رنگ کھلا ہوا اور چہرہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہوگا۔ نیز آپ کے اخلاق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہوں گے۔ آپ کا علم لدنی (خداداد) ہوگا۔ بیعت کے وقت عمر چالیس سال کی ہوگی۔ خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی۔ شام و عراق اور یمن کے اولیاء کرام اور ابدال عظام آپ کی مصاحبت میں اور ملک عرب کے بے انتہا آدمی آپ کی افواج میں داخل ہو جائیں گے اور اس خزانہ کو جو کعبہ میں مدفون ہے جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں نکال کر مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں گے (آگے مفصل حالات ہیں) یہاں تک کہ دجال کے دمشق پہنچنے سے قبل حضرت امام مہدی آ چکے ہوں گے۔ اور جنگ کی پوری تیاری اور ترتیب فوج کر چکے ہوں گے اور اسباب حرب و ضرب تقسیم کر چکے ہوں گے کہ مؤذن عصر کی اذان دے گا۔ لوگ نماز کی تیاری میں ہوں گے کہ حضرت عیسیٰؑ دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ کئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارے سے جلوہ افروز ہو کر آواز دیں گے کہ سلم (سیڑھی) لے آؤ پس سیڑھی حاضر کی جائے گی آپ اس کے ذریعہ سے فرو کش ہو کر حضرت امام مہدیؑ سے ملاقات فرماویں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع و خوش خلقی کے ساتھ پیش آئیں گے (صحیح مسلم وغیرہ) اور فرمائیں گے یا نبی اللہ! امامت کیجئے حضرت عیسیٰؑ ارشاد فرمائیں گے کہ امامت تم ہی کرو کیونکہ تمہارے بعض بعض کے لئے امام ہیں۔ اور یہ عزت اسی امت کو خدا نے دی ہے پس امام مہدی نماز پڑھائیں گے حضرت عیسیٰؑ ابن مریم اقتداء کریں گے (اس کے بعد دونوں اکٹھے ہو کر دجال کا مقابلہ اور کفر و ضلالت کا استیصال کریں گے) تمام زمین امام مہدی کے عدل و انصاف کے چمکاروں سے منور اور روشن ہو جائے گی۔ ظلم و تشدد کی بیخ کنی ہو گی۔ آپ کی عمر ۴۹ سال ہو گی۔ بعد ازاں حضرت امام مہدی کا وصال ہو جائے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے جنازے کی نماز پڑھا کر دفن فرما دیں گے اس کے بعد تمام چھوٹے چھوٹے انتظامات حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ آ جائیں گے۔ دنیا میں حضرت عیسیٰؑ کا قیام چالیس سال رہے گا۔ یہ تمام حالات صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں۔ تفصیل کے لئے شاہ رفیع الدینؒ کی علامات قیامت دیکھئے۔ واللہ اعلم!

جواب سوال ۳ :۔ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قیامت سے قبل عیسیٰؑ ابن مریم علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ بے شمار نصوص قطعیہ سے یہ عقیدہ ثابت ہے۔ اس میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں۔ نزول عیسیٰؑ ابن مریم کے بارہ میں اس کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں کہ علماء کرام اور محدثین نے انہیں مستقل طور پر کتابوں میں جمع کیا ہے۔

حضرت علامۃ العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے اس موضوع پر عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام اور التصریح بما تواتر فی نزول المسیح (مرتبہ مولانا محمد شفیع صاحب) میں حیات مسیح۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام کو محققانہ انداز میں ثابت کیا ہے۔ کہ تمام روایات اور احادیث معنًا تواتر کے حد تک پہنچ گئی ہیں۔

رہا یہ کہ حضرت عیسیٰؑ سے مراد ابن مریم ہیں یا کوئی اور عیسیٰؑ۔ تو اس بارہ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث نزول عیسیٰؑ میں صرف ابن مریم کہہ کر ان دجالین اور کذابین کی جڑ کاٹ دی ہے عیسیٰؑ کا لفظ اکثر روایات میں نہیں تاکہ کل کوئی دجال اس نام سے غلط فائدہ نہ لے سکے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ مِنْ

اَنْ یَّنْزِلُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ وَیَفِیْضُ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلُ اَحَدٌ۔

(حدیث حسن صحیح مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۹ ۔ بحوالہ مسلم و ترمذی صفحہ ۴۶ ج ۲)

ترجمہ:۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے رب کی قریب ہے کہ مریم کا بیٹا تم میں اتریں جو عادل منصف فیصلہ کرنے والے ہیں۔ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر کے کفار سے جزیہ نہ قبول کرنے کے احکام صادر کر دیں گے۔ مال و دولت کی اتنی فراوانی ہو جائے گی کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا

بخاری شریف کی دوسری حدیث میں ہے:۔

قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم واما مکم منکم۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۸۰)

ترجمہ:۔ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارے امام (مہدی) تم ہی میں سے ہوں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے:۔

قال فینزل عیسٰی بن مریم۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم شریف)

ترجمہ:۔ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پھر عیسٰی ابن مریم نازل ہوں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت میں ہے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسٰی ابن مریمؑ الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسًا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسٰی بن مریم من قبرٍ واحدٍ بین ابی بکر وعمر (مشکوٰۃ باب نزول عیسٰی)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بن مریم زمین میں نازل ہوں گے شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی پیدا ہوگی اور ۴۵ سال تک ٹھہریں گے۔ پھر وفات پا کر میرے پہلو میں دفن ہوں گے پھر قیامت کے دن میں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام اکٹھے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان قبر سے اٹھیں گے

اس کے علاوہ کئی احادیث ہیں جن میں ابن مریم (مریم کے بیٹے) کی تصریح موجود ہے اور نزولِ عیسٰی ابن مریم کے بارہ میں از اوّل تا آخر علامات بیان کئے گئے ہیں۔ ان تمام حقائق کے ہوتے ہوئے اگر کوئی مسیح موعود یا مہدی آخر الزمان ہونے کا دعوےٰ کرے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان علامات سے ہٹ کر کوئی شخص مہدی موعود یا نزول مسیح موعود یا دجّال وغیرہ واقعات کے بارہ میں قیاس آرائیاں کرے تو اسے مجنون کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں دینی چاہئے۔

رہا امام بن حسن عسکری کا مہدی موعود ہونا اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں شیعوں نے ابتدائے خروج مہدی کے بارہ میں از خود ائمہ عظام اہلبیت کو منسوب کر کے قیاس آرائیاں کی ہیں۔ جو ہمیشہ غلط ثابت ہوئی ہیں۔ شیعہ کتب میں مذکور ہے کہ:۔

۱۔ ائمہ نے ۱۴۰ھ میں خروج مہدی کا وعدہ کیا تھا۔ مگر وہ پورا نہ ہوا۔

(نصیحۃ الشیعہ ج ۲ بحوالہ صافی شرح کافی)

۲۔ امام جعفر صادق خود مہدی ہونے والے تھے۔ مگر نہ ہوئے۔

(نصیحۃ الشیعہ ج ۲ صفحہ ۲۳۸ بحوالہ کتاب الغیبۃ للطوسی)

۳۔ امام موسیٰ کاظم نے خروج مہدی کے لئے ۲۰۰ھ مقرر کیا تھا وہ بھی پورا نہ ہوا۔ (ج ۲ صفحہ ۲۳۸)

یہ روایات اور یہ خروج مہدی کے اوقات کا تعین ائمہ کے نام پر شیعوں کی ارتداد سے روکنے کے لئے گھڑے جاتے رہے کہ مہدی کا ایک وقت مقرر ہے اور بہت جلد آنے والے ہیں۔

چنانچہ حسب روایات کتب شیعہ خود امام باقرؒ نے ان کی تردید و تکذیب کی ہے۔

اصول کافی کی روایت ہے:۔

عن الفضل بن یسار عن ابی جعفر علیہ السلام قالت قلت ھذا الامر وقت فقال کذب الوقاتون کذب الوقاتون

(نصیحۃ الشیعہ صفحہ ۲۳۸ ج ۲ بحوالہ اصول کافی)

ترجمہ:۔ فضل بن یسار امام باقر سے روایت کرتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ کیا اس امر (خروج مہدی) کے لئے کوئی وقت مقرر ہے۔ امام نے تین مرتبہ فرمایا کہ جھوٹ بولا تھا وقت مقرر کرنے والوں نے۔

فقط

خطبہ یوم الجمعہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ ۱۰ مئی ۱۹۶۳ء

فضائلِ جمعہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند

مرتبہ:- خالد سلیم بی، ایس، سی، بی ایڈ طالب علم - ایم، اے ریاضی

(تیسری قسط)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصل شریعت لے کر آئے - اور اس امت کے مجددین اور مجتہدین نے اس شریعت میں سے مسائل استنباطیہ نکالے - ان پر وحی آتی تھی - ان کے قلوب پر الہام ہوتا تھا - انبیاء کے ہاتھوں معجزے ظاہر ہوتے، ان کے ہاتھوں پر کرامتیں ظاہر ہوئیں - اس مضمون کو اس حدیث میں بیان فرمایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے - گو حدیث ضعیف ہے مگر علما ء استدلال کرتے رہے ہیں جگہ جگہ اس حدیث سے کہ میری امت کے علماء ایسے ہوں گے - جیسے بنی اسرائیل کے پیغمبر - یعنی پیغمبر تو نہیں ہوں گے - مگر وہ کام کریں گے جو پیغمبروں نے کیا - نوعیت اُن کے کام کی وہ ہوگی - جو انبیاء کے کام کی تھی - جیسے ایک نبی جس خطے میں آتا ہے - تو ایمانوں سے رنگ دیتا ہے اس خطے کو - اور مومن بنتے چلے جاتے ہیں - عالم و عارف بنتے چلے جاتے ہیں -

اس امت کے علمائے ربانی اور مجتہدین وہ ہیں - کہ ایک عالم ربانی جہاں بیٹھ گیا - ہزاروں کے ایمان کو سنبھال گیا - ہزاروں کو رنگ دیا ایمان سے - تو امام ابی حنیفہؒ ہیں - کہ پورا ہندوستان تو کیا پورا پاکستان - اور تقریباً پورا افغانستان اور پورا ترکستان حنفی - تو ایک عالم ربانی ایک مجتہد اٹھا - کروڑوں کے ایمانوں کو درست کیا - کروڑوں کو جنت تک پہنچا دیا - امام شافعیؒ مکہ میں پیدا ہوئے - ابتدائی عمر مکے میں گذری - اخیر عمر مصر میں گذری اور وہیں وفات پائی - تو حجاز تقریباً سب کا سب شافعی ہے - ایک عالم ربانی اترا - اُس نے ملکوں کو ایمانوں سے رنگ دیا - اور لاکھوں متبع پیدا کرلئے - جتنے حنابلہ ہیں - وہ سب کثرت سے اُدھر ہیں - مغربی ممالک میں زیادہ تر مالکیہ ہیں - امام مالک کا ظہور اُدھر کو ہوا - یہ علماء تو کھلے ہوتے ہیں - ہزاروں علماء پیدا ہوتے - امام بخاری، عبداللہ ابن مبارک، ثوری، اسحٰقؒ یہ سب وہ ہیں جو صاحب مذہب تھے - اب یہ الگ چیز ہے کہ مذاہب ختم ہوگئے - ان چار مذہبوں کو قبول عام ہوگیا - بس یہ کوئی ارادی اور اختیاری چیز نہیں ہے - یہ منجانب اللہ ہے - جیسے صوفیائے کے سلاسل بہت سے ہیں - لیکن قبول عام نصیب ہوا - زیادہ تر چار سلسلوں کو - سلسلۂ چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ کو تو یہ قبولیت منجانب اللہ ہے کوئی ارادی و اختیاری چیز نہیں

حاصل یہ ہے

کہ اس امت میں ہزاروں آفتاب و مہتاب پیدا ہوتے - کہ جن کی روشنی سے دنیا مستفید ہوئی - جہاں ایک بیٹھ گیا کروڑوں کے ایمان درست ہوگئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے مثل ہوں گے یعنی پہلی امت میں جو کام نبی سے چلتا تھا - اس امت میں ختم نبوت کے طفیل وہ کام مجتہدین و مجددین اور علماء سے چلے گا - گویا ایک ہی نبوت اتنی قوی ہوگی کہ اور نبوتوں کی قوت باقی نہیں رہے گی جیسے رات ہو جائے - مثلاً ہزاروں ستارے طلوع کرتے ہیں آسمان پر - اربوں اور کھربوں ستارے - جدھر دیکھو ستارے، کروڑوں ستارے جمع ہیں - روشنی دار ہیں مگر رات کا دن نہیں بنتا ہے رات کی رات - یعنی تاریکی کلیتہً ظاہر نہیں ہوتی تو روشنی پھیلائی ستاروں نے - اس میں کام کاج بھی لوگ کرتے ہیں - لیکن ہنڈوں کی ضرورت ہے، قمقموں کی ضرورت ہے - ٹیوب لائٹوں کی ضرورت ہے - یہ نہیں ہے کہ رات کا دن بن جائے - کروڑوں ستارے روشن ہیں - لیکن جونہی آفتاب عالم تاب کی آمد آمد ہوتی ہے - ابھی نکلا ہے - پو پھٹی ہے - آفتاب نے طلوع نہیں کیا - پو پھٹی - خبر دی صبح صادق نے کہ آیا ہے آفتاب عالم تاب جو روشنی کا بادشاہ ہے - آمد کی خبر تھی کہ ستارے بھی غائب رات بھی غائب اور دن نمودار ہونا شروع ہوگیا - اور جب سورج آتا ہے تو سارے ستارے ماند پڑ جاتے ہیں - یہ نہیں کہ نور چھن گیا ستاروں کا اتنا ماند پڑ گیا کہ مدغم ہو جاتا ہے کیونکہ سورج کے نور میں امتیازی طور پہ کوئی نور دکھلائی نہیں دیتا اگر آفتاب یوں کہے کہ میرے بعد کوئی ستارہ نہیں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں خاتم الانوار ہوں - نور کا خزانہ ہوں - میرے آنے کے بعد اب کسی ستارے کی حاجت باقی نہیں - سارا دن گذر جائے گا - میری روشنی کام دیتی رہے گی - میدانوں میں میری دھوپ پڑے گی - اس سے کام لے - اگر کوئی میدان میں نہ آسکے - تو گھر کے دروازے کھول دے چاند پہنچ جائے گا اس میں - اگر کوئی تہ خانہ میں بیٹھا ہوا ہے - تو کم سے کم کچھ رنگ چمک ہی پیدا ہو جائے گا - اس سے بھی کام کر سکتا ہے - اندھے سے اندھے کوٹھڑے میں میری روشنی پہنچے گی - ضرورت نہیں ہے دن میں چراغ جلانے کی بھی - سوائے اس کے کہ کوئی آنکھوں کا ہی سکھ ہی بن جائے کہ دن میں بھی بجلیاں جلائے - تو اس کا تو کوئی علاج نہیں - لیکن سورج نے غنی بنا دیا - ہر روشنی سے مستغنی کر دیا -

اس طرح سے انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان نبوت کے ستارے ہیں یکے بعد دیگرے انبیاء علیہ السلام طلوع ہوتے - ایک ایک وقت میں ہزاروں نبی - بنی اسرائیل میں ۴۴، ۴۴ ہزار نبی ایک وقت میں آئے - تو آسمان نبوت پہ آدم کا ستارہ طلوع ہوا - نوح کا ستارہ طلوع ہوا - ابراہیم خلیل اللہ آئے - موسیٰ و عیسیٰ آئے مگر بہرحال رہی رات ہی دن نہیں نکلا - جونہی آفتاب نبوت کی بشارت دی گئی - اور پو پھٹی - اور صبح صادق ہوئی یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے ۵۰۰ برس پہلے آکر کہا - مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ (پ ۲۸) صبح صادق کا نمایاں ہونا تھا کہ قلوب میں جگمگاہٹ شروع ہوئی - اسی جاہلیت کے دور میں دل مائل ہونے شروع ہوئے توحید کی طرف، رسالت کی طرف - جہالتیں رفع ہونی شروع ہوئیں - دل میں امنگ آنی شروع ہوئی - اور جب طلوع ہوگیا آفتاب فاران کی چوٹیوں سے - تو جس دل میں ذرا سی بھی استعداد تھی - اُس دل میں نور گھسا اور روشنی آنی شروع ہوئی - قیامت تک یہ دن ہے - لمبا دن ہے - جو ہزاروں برس کا ہوگا - جیسے کہ بارہ گھنٹوں کا دن ہوتا ہے - تو صبح صادق ہوتی ہے گھنٹے سوا گھنٹے کی - جتنا بڑا دن اُتنی بڑی صبح صادق - یہ چونکہ ہزاروں برس کا دن تھا تو اس کی صبح صادق بھی ۵۰۰ برس کی ہوتی - عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور تک - اس لئے کہ قیامت تک کا دن تھا - صبح قیامت میں دوسرا دن شروع ہوتا ہے تو قیامت کی صبح تک اب آفتاب عالم تاب کی روشنی کافی ہے - کسی اور ستارے کی ضرورت نہیں - یہی ایک ستارہ پورے عالم کو نور پہنچائیگا اور پہنچا رہا ہے - اُس کی روشنیوں کے ظہور مختلف ہیں - مجددین میں ظہور ہے اس کی روشنی کا - مجتہدین میں ظہور ہے اُس روشنی کا - علمائے ربانی میں ظہور ہے اس روشنی کا - صوفیائے کرام میں ہے ظہور اُس روشنی کا - کسی نے عالم باطن کھولا -

کسی نے عالم ظاہر کھولا۔ کسی نے مسائل شرعیہ پیش کئے۔ کسی نے مسائل باطنیہ پیش کئے۔ کسی نے نفس کی الجھنیں دُور کیں۔ کسی نے مکائد نفس پر روشنی ڈالی۔ کسی نے فضائل اخلاق پیش کئے اور رذائل اخلاق کو دھکا دیا۔ ایک ہی نور ہے جو مختلف صورتوں سے کام کر رہا ہے ــــ اور پوری امت قائم مقام بنی۔ گویا اپنے پیغمبر کی۔ فرما دیا گیا۔ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلٰلَۃِ میری امت پوری کی پوری مل کر کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ حق کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ فرقے ہوں گے۔ گروہ بندیاں ہوں گی مگر ایک فرقہ ناجیہ ضرور ملے گا۔ جو وہی کرے گا جو میں کر رہا ہوں۔ وہی کہتا رہے گا جو میں کہہ رہا ہوں۔ وہی باتیں پیش کرے گا جو میں کر رہا ہوں۔ فرما دیا گیا کہ اس امت میں ہر صدی پر ایک نہ ایک مجدد آتا رہے گا۔ جماعت کی شکل میں ہو یا فرد کی شکل میں ہو۔ مختلف خطوں میں مختلف مجدد ہوں گے۔ جو دین کو نکھارتے رہیں گے ــــ فرمایا آپؐ نے۔ کہ وہ امت کیسے ضائع ہو سکتی ہے کہ جس کے اوّل پہ نبی ہوں اور آخر میں مسیح نزول کریں گے آسمان سے ــــ اور بیچ میں حضرت مہدی علیہ السلام ہوں گے۔ وہ امت کیسے ضائع ہوگی جس میں اتنے بڑے بڑے مجدد پیدا ہوں تو صدی پر وعدہ کیا۔ مجموعہ امت پر وعدہ کیا ــــ اور پھر ایک صدی کے اندر ہر دلن کے لئے وعدہ ہے فرمایا۔ اسی امت میں ہمیشہ سلف سے خلف علم حاصل کرتے رہیں گے۔ جو اخلاف رشید ہوں گے وہ اسلاف سے علوم سیکھتے رہیں گے اور اس علم سے لیا کریں گے۔ غلو کرنے والوں کی تحریفات کا پردہ چاک کریں گے ان کے غلو کو کھول کر رکھ دیں گے اور کم عقلوں کی اور جاہلوں کی تاویلات کا پردہ چاک کر کے اصل پیش کر دیں گے قرآن و حدیث کی جس سے دین نکھرتا رہے گا روز بروز۔ تو مجموعی طور پر امت مجتمع حق پر ہے۔ ہر صدی پر مجدد آئیں گے۔ اور صدی کے اندر علماء آئیں گے۔ پیدا ہوں گے۔ امت ضائع نہیں ہوگی۔ تو پوری امت مجموعی طور پر قائم مقام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور جتنے کام ہیں آپ کے۔ وہ بٹے ہوئے ہیں اس امت میں ــــ آپ نے تلاوت آیات کی تو حفاظ کا طبقہ کھڑا ہو گیا۔ جو تلاوت آیات کر رہا ہے۔ آپ نے تعلیمات کتاب کی۔ تو علماء و فقہا کا طبقہ کھڑا ہو گیا جس نے تعلیم دینی شروع کی کتاب کی۔ آپ نے تعلیم حکمت دی۔ اسوۂ حسنہ پیش کیا۔ صوفیاء کا طبقہ کھڑا ہو گیا۔ جس نے کردار اور کریکٹر وہی بنا کر دکھلایا اور لوگوں کو اس پر چلایا۔ جو آپؐ کا کردار تھا۔ آپؐ نے تزکیہ کیا نفوس کا ــــ ریاضت و مجاہدے سے مانجھا نفوس کو۔ تو امت میں صوفیاء کا طبقہ کھڑا ہوا جس نے ریاضت اور مجاہدے کے اصول مرتب کئے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں ــــ اور امت کی تربیت کی۔ جو فرائض پیغمبر کے تھے۔ وہ بجنسہٖ آج بھی باقی ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ علماء میں بہت سی خطائیں ہوں۔ بہت غلطیاں بھی ہوں۔ اور بہر حال وہ معصوم تو نہیں۔ لیکن حق منقطع ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا۔ لوگوں کا کام یہ ہے کہ ان کے بیان کردہ مسائل پر چلیں۔ ان کے ذاتی کردار سے قطع نظر کریں۔ اگر کوئی برائی ہے تو چھوڑ دیں ان کی ذات کے لئے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں کوئی آدمی ایسا نہیں کہ جس میں صرف خیر ہی خیر ہو۔ سوائے انبیاء کے۔ اور کوئی ایسا نہیں کہ جس میں شر ہی شر ہو۔ خیر بھی ہے شر بھی ہے۔ بھلائی بھی ہے برائی بھی ہے۔ نیکی بھی ہے۔ بدی بھی ہے۔ دانش مند وہ ہے کہ ہر ایک کی نیکی سے فائدہ اٹھائے۔ اور اس کی بدی کو اس کے لئے چھوڑ دے۔ کہ تو جانے اور تیرا خدا جانے۔ تو پوری امت فرشتہ بن کر دکھائی گئی۔ یوں معلوم ہوا کہ سب خیر ہی خیر ہے۔ آج ہم ہر شخص کی شر کو لیتے ہیں۔ اور خیر کو دھکا دے دیتے ہیں۔ تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ساری امت میں شر پھیلی ہوئی ہے۔ وہ ساری خیر ماند پڑ گئی ــــ تو دانش مندانہ طریقہ یہ ہے۔ کہ ہر شخص کی خیر سے فائدہ اٹھاؤ۔ اس میں اگر شر ہے۔ وہ حوالے کرو خدا کے۔ تم سے سوال نہیں ہوگا قیامت کے دن اس کی شر کا۔ اُس سے سوال ہوگا۔ وہ نمٹے گا۔ تم اس کی خیر کو اپناؤ۔ یہ تو انبیاء کی صفات ہیں۔ کہ ان کا چلنا، پھرنا۔ کہنا، سننا۔ سب حجت ہے معصوم ہیں ہر گناہ سے۔ ہر برائی سے۔ انبیاء کے بعد معصوم کوئی نہیں ہے۔ اولیاء اللہ محفوظ ہوتے ہیں۔ لیکن باوجود محفوظیت کے امکان ہوتا ہے۔ کہ ان سے غلطی سرزد ہو جائے۔ اور ہوتی رہتی ہے۔ تو آپ کا کام یہ نہیں ہے۔ کہ آپ ان کی کمزوریوں پہ نظر کریں۔ آپ کا کام یہ ہے کہ جو علم اُن کے اندر سے نکل رہا ہے۔ وراثت کے طور پر اس کو اختیار کریں۔ اور ان کی برائی کو ان پر چھوڑ دیں۔ یا اگر آپ کو جذبہ خیر خواہی کا ہو۔ تو آپ تنہائی میں جا کر ادب سے کہیں کہ یہ غلطی ہے۔ آپ اسے چھوڑ دیں۔ وہ ممنون ہوں گے آپ کے۔ لیکن اوپر اچھالنا قوم کی برائیوں کو۔ ہر ہر شخص کی برائیوں کو۔ اس سے پوری قوم کو رسوا کر دینا ہے۔ فرمایا گیا۔ ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا۔ کہ مومنوں کے ساتھ حسن ظن اختیار کرو۔ حسن ظن کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں ــــ بدظنی کے لئے جب تک دلیل قوی نہیں ہوگی۔ بدظنی کی اجازت نہیں ہے آپ کو۔ یہ فرض ہے کہ ہر شخص حسن ظن رکھے۔ جب ایسے دلائل ہی مہیا ہو جائیں کہ برائی پیدا ہی ہوگی تو بے شک بدظنی قائم ہے۔ اب اس کا علاج یہ نہیں کہ اسے اچھالتے پھریں۔ نصیحت کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔ اور فرمایا کہ

اے اللہ! میں مکار دوست سے پناہ مانگتا ہوں کہ آنکھیں ان کی دیکھتی رہیں۔ رقیب بنی رہیں میری ہر نقل و حرکت کی۔ اگر بدی سامنے آئی اُسے اچھال دیا نیکی سامنے آئی۔ اُسے دفن کر دیا۔ ایسے مکار دوستوں سے میں پناہ مانگتا ہوں۔ تو ہمیں اور آپ کو مکار دوست نہیں بننا چاہئے بلکہ کسی کی نیکی سامنے آئے۔ تو اچھال دو اُسے ــــ بدی سامنے آئے تو تاویل کرو۔ کوئی توضیح کرو پیار و محبت سے سمجھا دو۔ نصیحت کرو۔ نہیں مانتا تو حوالے کرو خدا کے۔ وہ جانے اس کا خدا جانے۔ پھر بھی کوئی نیکی اس میں ہے۔ علم کی بات اس میں ہے۔ تو ہم اس سے فائدہ اٹھائیں گے

مولانا حبیب الرحمان؟ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادے تھے مولانا خلیل الرحمان صاحب جو ناظم رہے ہیں جمعیۃ العلماء کے۔ وہ بلا کے ذہین تھے۔ یعنی ذکاوت ان کی ضرب المثل ہو گئی تھی۔ عجائبات تھی ان کی ذکاوت و ذہانت۔ اور شروع عمر میں کوئی جوانی کی حرکت ایسی نہیں۔ جو ان سے سرزد نہ ہوئی ہو۔ یعنی جوا تک کھیلا۔ غضب تک کیا۔ جھپٹ لیا مال و دولت دوسروں کا۔

یہ واقعہ ہے مگر علمی استعداد اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ دیوبند تشریف لائے۔ تو طلبا مٹے ہوئے تھے۔ قربان تھے ان کے اوپر ان کے علم کی وجہ سے۔ "ہدایہ" طلباء کے ہاتھ میں ہے۔ اسٹیشن سے شہر کی طرف آ رہے ہیں۔ ہدایہ کا سبق ہو رہا ہے اور طلباء پیچھے پیچھے ہیں۔ دیوبند میں پہنچے بازار میں بنیا رہتا تھا۔ بلا اس کا نام تھا ــــ جواری تھا۔ بہت جواری تھا۔ اُس کے مکان کے نیچے آواز دی۔ اُس بنئے کو۔ وہ سامنے آیا تو کہا۔ کہ تو پٹ لے گا جوتا یا چت لے گا۔ اس نے کہا پٹ۔ بس جوتا پھینکا۔ وہ چت گرا۔ دس ہزار کی شرط ٹھہری۔ دس ہزار لے کر روانہ ہوئے آگے۔ بنیا شرط ہار گیا۔ اور سبق بھی ہو رہا ہے ساتھ ساتھ ــــ ایک دفعہ قرض لیا ایک بنئے سے بیس ہزار روپیہ۔ دستاویز لکھ دی۔ دستخط کر دئے۔ میعاد طے ہو گئی کہ برس دن بعد ادا کر دیں گے۔ برس دن کے بعد بنئے نے مانگا کہ میرا روپیہ۔ کہا کہ کیسا روپیہ۔ کہا کہ حضرت وہ جو آپ نے لیا تھا۔ فرمایا مکار ہم نے کب لیا تھا۔ اُس نے کہا۔ صاحب دستاویز لکھی ہے کہا کہ غلط ہے کوئی دستاویز نہیں۔ بھاگ جا

یہاں سے۔ اُس نے جا کر دعوےٰ کر دیا عدالت میں۔ دستاویز اُس کے پاس تھی۔ مولانا کے دستخط تھے۔ کہا کہ بیس ہزار روپیہ مجھ سے لیا۔ وہ دستاویز رکھ دی جج کی میز پر۔ مولانا نے کہا کہ حضور! میں بھی دیکھ سکتا ہوں۔ دستاویز کو۔ انہوں نے کہا۔ دیکھو۔ تمہارے لئے حجت ہے۔ تو اس نے اس طرح سے پکڑایا وہ کاغذ کہ کہ اوپر کا سرا تو جج کے ہاتھ میں تھا۔ اور نیچے جہاں ان کے دستخط تھے وہ سرا ان کے ہاتھ میں تھا۔ خدا جانے کہ انگوٹھے میں کوئی مسالہ لگا کر گئے تھے کیا صورت تھی۔ اس طرح سے اس کو انگوٹھے سے پکڑ کر مسلا ہے کہ جب کاغذ میز پر رکھا ہے۔ وہ دستخط غائب تھے۔ سادہ کاغذ تھا۔ مولانا نے کہا۔ کہ کیا یہ دستاویز بنئے نے آپ کو دی ہے۔ کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ جعلی معلوم ہوتی ہے۔ اس پر تو دستخط نہیں۔ گمنام ہے۔ دیکھا تو اس پر کسی کے دستخط نہیں تھے۔ وہ صاف اڑا دئیے دستخط۔ تو جج نے غصے کے لہجے میں بنئے سے کہا۔ گمنام دستاویز لے کر آئے ہو یہاں۔ اس نے کہا حضور دستخط تھے۔ میں حلف کرتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ اگر تھے تو کہاں گئے کوئی چن کھا گیا۔ کوئی لے گیا اُسے۔ کہاں گئے دستخط۔ بنئے نے سر پیٹ لیا۔ آخر ڈگری ہوئی مولانا کی۔ بیس ہزار کا اور دعوےٰ کر دیا کہ میری حیثیت کی ہتک ہوئی ہے۔ اور بیس ہزار اور وصول کر لئے۔ یہ کیفیت تھی۔

سنار کو گھر بلایا کہ زیورات کی ضرورت ہے شادی ہونے والی ہے۔ دس، پندرہ ہزار کے زیور لینے ہیں۔ فرمایا کہ اتنی مہلت ہے اجازت ہے۔ کہ میں گھر میں عورتوں کو دکھلا آؤں۔ کہا کہ ضرور دکھلا دیجئے۔ کوئی بے اعتباری تھوڑا ہی ہے۔ بس وہاں سے جا کر آدھ گھنٹے میں جو کام کیا۔ سارے نگ اکھاڑ کر چھوٹے چھوٹے پرچوں پر اپنے دستخط کر کے نیچے رکھ دئیے۔ اور نگوں کو اسی طرح جڑ دیا جس طرح تھے۔ اور لا کر واپس کر دئیے۔ وہ لے کر چلا گیا۔

مولانا نے جا کر عدالت میں دعویٰ کیا۔ کہ سنار میرے گھر سے پندرہ ہزار روپے کے زیور چرا کر لے گیا ہے۔ اور پتہ نہیں ہے کہ کہاں ہیں۔ تو فوراً سمن جاری ہوا۔ اُس کی طلبی ہوئی عدالت میں۔ حاضر ہوا۔ مولانا کا دعویٰ تھا۔ کہ پندرہ ہزار روپے کے زیور لے گیا ہے۔ اُس نے کہا صاحب میں کسی کے زیور نہیں لایا۔ دکھانے کے لئے لے گیا تھا۔ مولانا نے کہا یہ جھوٹا ہے۔ چرا کر لے گیا ہے۔ بنا رہا ہے۔ کہ میں دکھانے کو لے گیا تھا۔ ورنہ مجھے کیا ضرورت تھی۔ میں خود جا کر دوکان پر دیکھ آتا۔ جھڑپ شروع ہوئی۔ تو جج نے کہا کہ کوئی ثبوت۔ مولانا نے کہا کہ ثبوت یہ ہے کہ اس کے سارے زیور عدالت میں طلب کر لئے جائیں۔ میں پہچان لوں گا اپنے زیور۔ چنانچہ سارے زیور عدالت میں حاضر کئے گئے۔ مولانا نے چھنٹے اُن کی نگاہ میں آچکے تھے۔ سب الگ کر دیئے۔ اور کہا کہ یہ ہیں وہ سب زیور۔ سنار نے شور مچایا کہ صاحب ان کے کہاں سے آئے۔ یہ میری دوکان کے زیور ہیں۔ ان کے نہیں۔ جج نے کہا۔ ثبوت۔ انہوں نے کہا کہ کسی زیور کا نگ اکھاڑ کر دیکھ لیجئے۔ ہر نگ کے نیچے میرے نام کے دستخط موجود ہیں۔ اب جس نگ کو اٹھاتے، نیچے دستخط تھے مولانا کے پندرہ ہزار کے زیوروں پر مولانا کے دستخط موجود تھے۔

آخر وہ زیور مولانا کو مل گئے۔ اور گھر لے کر چلے آئے۔ یہ حالت تھی۔ اور ساتھ میں علمی استعداد کا یہ حال کہ سڑک پر بھی جا رہے ہیں۔ تو طلباء پیچھے پیچھے۔ مگر خیر آخیر میں اللہ نے توبہ نصیب فرمائی۔ اور اس درجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ پوری پوری راتیں گذری ہیں۔ نوافل و تلاوت قرآن مجید و درود و شریف میں۔ یہ عام معمول تھا ان کا۔ کہ جمعہ کی پوری رات درود شریف پڑھ کر گذارتے۔ سوتے نہیں تھے۔ جیسے حضرت سفیان ثوریؒ نے کہا ہے:۔

ہم نے علم حاصل کیا تھا۔ دنیا کی طلب کے لئے۔ مگر علم نے کہا۔ کہ میں غیر کی طرف نہیں جاؤنگا میں اللہ ہی طرف جاؤں گا۔ تو ہمیں بھی اللہ سے ہی ملا دیا۔ انہوں نے علم سیکھا تھا۔ تو بالآخر اس علم نے کھینچا اپنی طرف ـــ یہ چیزیں ختم ہوئیں تو اخیر عمر اُن کی نہایت مقدسانہ، نہایت پاکیزہ زندگی بن گئی۔ مگر میں نے اس پر عرض کیا کہ باوجود ان خرافات کے۔ ان برائیوں کے۔ چونکہ علم تھا تو طلباً اُن کے جوئے کے درپے نہیں تھے۔ اُن کے علم کے درپے تھے کہ یہ ہمیں مل جائے۔ ان کا جوا ان کے ساتھ ہے۔ اللہ جانے اور وہ جانیں۔ (باقی باقی)

بقیہ صلاۂ نیک کے اسپدواروں کے خصائل

کے لئے جنت ہے اور بے ایمانوں کے لئے دوزخ

قرآن مجید سے نصیحت، عبرت اور سمجھ عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔ اور انہیں کے لئے آخرت کی بھلائیاں ہیں۔

ان عقل مندوں کے اوصاف حمیدہ یہ ہیں:۔

۱۔ **ایفائے عہد کرنا:۔** عہد الست کو نہیں بھولتے لوگوں کے ساتھ جو وعدے کریں (بشرطیکہ غیر شرعی نہ ہوں) پورے کرتے ہیں۔

۲۔ **قول و قرار نہ توڑنا:۔** وعدہ کر کے توڑ دینا منافق کا فعل ہے۔ یہ منافقانہ روش سے بچتے ہیں۔

۳۔ **صلۂ رحمی کرنا:۔** خویش و اقارب کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔ حقوق بندگان بجا لاتے ہیں۔

۴۔ **اللہ تعالےٰ سے ڈرنا:۔** ڈر کر بُرے عملوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اوامر و نواہی پر کاربند رہتے ہیں۔

۵۔ **قیامت کے سخت حساب کا ڈر رکھنا:۔** ڈر کر اوامر و نواہی پر کاربند رہتے ہیں۔

۶۔ **صبر کرنا:۔** محرمات اور گناہوں سے نفس کو روکنے پر صبر کرتے ہیں۔

۷۔ **رضائے الٰہی کے طالب:۔** نفس کو گناہوں سے روکنے سے ان کا مقصد اپنے رب کی رضامندی حاصل کرنا ہے۔

۸۔ **نماز کی پابندی کرنا:۔** سب ارکان بجا لا کر وقت پر پڑھتے ہیں۔

۹۔ **خرچ کرنا:۔** رات دن ظاہر و پوشیدہ اپنے بال بچوں، قرابتداروں، فقیروں اور مسکینوں کو دیتے رہتے ہیں۔

۱۰۔ **برائی کے بدلے بھلائی کرنا:۔** دوسرا بدی کرے تو یہ نیکی کرتے ہیں۔ کوئی ایذا پہنچائے تو یہ صبر کرتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں۔ کوئی بدسلوکی کرے تو یہ اچھا سلوک کرتے ہیں بُروں کے ساتھ بھلائی کرنا ان کا شیوہ ہے۔

جنتی جنت میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکریہ بجا لائیں گے

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝ (الزمر آیت ۷۳، ۷۴)

ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں جنت کی طرف گروہ گروہ لے جائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور ان سے اس کے داروغہ کہیں گے تم پر سلام ہو تم اچھے لوگ ہو۔ پس اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ اور وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اور ہمیں اس زمین کا وارث کر دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں۔ پس کیا خوب بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔

حاصل یہ نکلا

کہ متقی اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والے اور نیک عمل بجا لانے والے مومن جنت میں جائیں گے اللھم اجعلنا منھم۔ امین یا الہ العالمین۔

بقیہ: شہادت حسین رضؓ

طرف چلے جائیے آپ تمام رات کوچ کرتے رہے۔ صبح کو دیکھا تو وہی میدان کربلا ہے اونٹنی کو مارتے تھے تو وہ جگہ سے نہ ہلتے تھے اسی اثناء میں ابن زیاد کا ایک خط آپ کے پاس آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ یزید کی بیعت کرو۔ آپ نے پڑھ کر پھینک دیا اور کہا کہ میرے پاس اس کا جواب نہیں۔ زیاد نے پھر عمر بن سعد کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ میں کوفیوں کے اصرار سے یہاں آیا ہوں۔ اب یہاں حرؓ نے روکے رکھا ہے انہوں نے کہا کہ اب بغیر بیعت یزید کوئی بات منظور نہیں ہے۔ شمر ذی الجوشن اور شبیث ابن ربعی کو مزید فوجیں دے کر بھیجا انہوں نے دریائے فرات پر قبضہ کر لیا۔ محرم کی ساتویں تاریخ سے آپ پر پانی بند کر دیا گیا امام صاحب نے اپنے بھائی حضرت عباسؓ کو معہ تیس سواروں کے دریائے فرات پر پانی لینے کے لئے بھیجا یہ نہایت دلیری سے لڑ کر مشکیں بھر لائے آٹھویں تاریخ کو پھر پانی ختم ہو گیا کوئیں کھودنے کی تدبیر کی مگر پانی نہ نکلا پھر آپ کو یزید کے پاس لے جاؤ اسیر مشکیں باندھ کر لے جانے لگے۔ مگر ابن زیاد، ابن سعد سے غصہ ہوا اس لئے لڑائی ناچار کرنی پڑی شب شہادت کو امام صاحب نے خواب میں دیکھا کہ کتوں نے آپ پر حملہ کیا ہے اور ان میں ایک کتا سفید داغ رکھتا ہے۔ آپ نے اس خواب کی یہ تعبیر بتلائی کہ قاتل سفید داغ رکھتا ہوگا۔

۱۰ محرم ۶۱ھ کی صبح کو ابن سعد میدان میں فوج لے کر آیا امام صاحب بھی مع ہمراہیوں کے مسلح ہو کر میدان میں آئے حضرت عباسؓ علم ہاتھ میں لئے آگے آگے تھے ہر شخص ذوق شہادت میں مخمور تھا۔ آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر اپنی مظلومی کے دلائل اور عہد شکنوں کی کرتوتیں بیان فرمائیں مگر ان سنگ دلوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ناچار آپ اونٹ سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور جنگ کا قصد کیا۔ مگر آپ کے عزیز و اقارب نے کہا

اصغرؓ کو کسی بدبخت نے ایسا تیر مارا جو حلق سے پار ہو گیا۔ اب صرف حضرت زین العابدین باقی رہ گئے جو کہ بیمار تھے۔ سب سے آخر جناب امام حسینؓ بنفس نفیس میدان جنگ میں تشریف لائے صف اعداء پر حملہ کیا۔ شمر ذی الجوشن کچھ سپاہ لے کر آپ کی حرم سرائے میں داخل ہو گیا پھر آپ نے اس کو شرم دلائی۔ آخر آپ کو شہید کر دیا گیا خولی ابن یزید نے جو کہ مبروص (پھلبہری کا شکار) تھا آپ کے سر انور کو جدا کیا۔ آپ کے قتل میں بہت سے ملعون شریک تھے مگر شمر کی تلوار اور سنان بن انس کے نیزے۔ لگنے سے روح مبارک جسم سے نکلی اس لئے امام حسین رضؓ کے یہ دونو قاتل مشہور ہیں شہداء کی لاشوں پر سواروں نے گھوڑے دوڑائے اور ان کو پامال کیا۔ حضرات امام حسینؓ کے سر انور کو معہ ۷۲ دیگر شہداء کے نیزوں پر چڑھا کر کوفہ میں بھیج دیا۔ حضرت امام زین العابدین جو بیمار تھے اور ان کے ہمراہ قیدیوں میں شامل تھے حیران و پریشان تھے۔ اس وقت حضرت امامؓ کی عمر ۵۶ سال اور ۵ ماہ کی تھی۔

مقام عبرت

پس خوب یاد رکھئے کہ شہادت حسینؓ کوئی وقتی ہنگامہ نہ تھا بلکہ امت مسلمہ کے لئے جہاد و قربانی کا ایک مستقل اور دائمی درس تھا فی الحقیقت یہ ذبح عظیم حق و صداقت، ہادی دعوت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک عظیم الشان قربانی تھی جو صرف اس لئے ہوئی کہ پیروان اسلام کے سامنے جہاد حق کا ایک اسوۂ حسنہ پیش کر دے۔ ثبات و استقامت کی کامل ترین مثال قائم کرے اور دعوت الی الحق میں داعیان حق کو مقام عزیمت دکھا دے۔

پس اس سے ناظرین کرام کام کی باتیں سیکھیں اور عبرت و نصیحت حاصل کریں۔ واقعات کربلا سے غلط فہمیوں کو دور کر کے ایمان۔ تقویٰ اور عمل و جہاد کا سبق سیکھیں تاکہ اسلام سربلند ہو اور مسلمان ہر دو جہاں میں فائز المرام اور شاد کام ہوں محرم الحرام ایک متبرک مہینہ ہے ۹ اور ۱۰ محرم کو تمام مسلمان روزے رکھیں اور عاشورہ کے روز کھانے پینے میں فراخی رکھے اور اس میں سے غریبوں اور محتاجوں کو بھی کھلائے۔ باقی سب رسومات سے پرہیز رکھیں کیونکہ وہ شرک کے کام ہیں مشرک کے لئے جنت حرام ہے۔

کہہ رہی ہے پیش اب بھی شہادت حسینؓ کی
آزادئ حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

کے شانوں کو ہلا کر ارشاد فرماتے ہیں: "یا ابن عمرؓ! اے چودہ پیوند لگانے والے باپ کے بیٹے۔ باپ کی پاکیزہ زندگی کو مت بھولنا۔ تمہارا ایک زمانہ آنے والا ہے یعنی جب تیرا باپ خلیفۃ المسلمین ہوگا اور طرح طرح کے تحائف و ہدایا آئیں گے تو اس وقت مزاج عبدیت سنبھالنا مشکل ہوگا۔ پس ابھی سے میری نصیحت سن لو اور اس کو یاد رکھنا

کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ

دنیا میں تم ایسے رہنا جیسے کوئی مسافر ہوتا ہے۔ مسافر کی شان کیا ہوتی ہے

سبکسار مردم سبک تر روند

ہلکا پھلکا مسافر خوب سفر کرتا ہے اسفر میں عاقل آدمی بہت مختصر اسباب رکھتا ہے حتی کہ سلاطین بھی جب سفر کرتے ہیں تو شاہی محل اور شاہی محل کے تمام اسباب راحت و آرائش کو چھوڑنا ہی پڑتا ہے۔ دنیا میں ہر بندہ آخرت کا مسافر ہے خواہ مومن ہو یا کافر ہو۔ ہر اک سانس میں اس راستہ کو قطع کرتے کرتے ایک دن موت کے پل سے گزر کر دار آخرت میں قدم رکھ دیتا ہے اور وہی اس کا وطن اصلی ہوگا۔

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا کہ میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی سوار کسی درخت کو اپنی جگہ چھوڑ جائے ——

اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرح دنیا میں رہنے کی توفیق نصیب فرمائے کہ مقصود بالذات فقط اسی کی ذات ہو۔ جو چیز بھی اللہ کے نام سے ٹکرائے، اس کو اڑا دیا جائے۔ مقصود اور غیر مقصود میں یہی فرق ہے کہ تصادم کے وقت مقصود کو بحال رکھا جاتا ہے اور غیر مقصود کو ہٹا دیا جاتا ہے ——

بچوں کا صفحہ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ان کے بڑے فرزند امام حسنؓ خلیفہ ہوئے — حسن نام ابو محمد کنیت مجتبٰے اور سبطِ اکبر لقب ہے۔ وہ نہایت کریم۔ رحیم۔ زاہد۔ عابد سخی اور باوقار تھے۔ انہوں نے دو دفعہ اپنا سارا مال اور تین دفعہ آدھا راہِ خدا میں دے دیا۔

ایک مرتبہ امام حسنؓ، امام حسینؓ اور ان کے چچیرے بھائی عبداللہ ابن جعفرؓ سفر پر جا رہے تھے۔ راستے میں کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا اور ان کو بھوک پیاس نے سخت ستایا جنگل میں ایک بدوی عورت کا جھونپڑا نظر آیا۔ جس کے پاس ایک بکری بندھی کھڑی تھی۔ پاس جاکر پوچھنے لگے کہ کوئی پینے کی چیز ہے؟ اس نے اپنے عزیز مہمانوں کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور جھٹ دودھ دوہ کر ان کو پلایا پھر انہوں نے پوچھا کوئی کھانے کی چیز بھی موجود ہے؟ بڑھیا نے کہا۔ یہ بکری حاضر ہے۔ ذبح کر لو۔ فوراً بکری ذبح کی گئی اور تینوں مہمانوں نے سیر ہو کر گوشت کھایا۔ چلتے وقت امام حسنؓ نے بڑھیا سے کہا۔ کہ تو کبھی مدینے آئے تو ہمیں ملنا۔ اس نیکی کا بدلہ تمہیں دیں گے

بہت سی مدت گزر گئی اور بڑھیا کو اپنے مہمان کا وعدہ یاد بھی نہ رہا تھا ایک بار وہ اور اس کا شوہر تنگ دستی کی حالت میں مدینے گئے۔ بچارے روزی کمانے کا کوئی ڈھنگ نہیں جانتے تھے روز اونٹوں کی مینگنیاں اکٹھی کر لاتے۔ اور ان کو بیچ کر پیٹ پالتے۔ اتفاق سے ایک دن بڑھیا امام حسنؓ کے گھر کے سامنے سے گزری۔ امام نے اس کو دیکھ کر پہچان لیا اور پوچھا مائی! تو مجھے پہچانتی ہے؟ وہ بولی مجھے یاد نہیں — انہوں نے اس کو اپنے مہمان ہونے اور وعدہ کرنے کا حال سنایا۔ پھر اس کو اور اُس کے شوہر کو ایک سو قیمتی اونٹ عطا کر کے فرمایا۔ اب تم امام حسینؓ کے پاس جاؤ۔ امام حسینؓ ان لوگوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ میں اپنے قابل بھائی کی برابری تو نہیں کر سکتا مگر اپنے مقدور بھر نیکی کا عوض دینے کو تیار ہوں یہ کہہ کر انہوں نے دونوں کو ایک ہزار بکریاں عطا کیں اور کہا اب عبداللہ ابن جعفرؓ کو ملو۔ عبداللہ ابن جعفرؓ انہیں دیکھ کر بہت شاداں ہوئے اور کہنے لگے میں اپنے دونوں بزرگ بھائیوں کی ریس تو کر نہیں سکتا مگر خیر اپنی بساط کے موافق نیکی کا بدلہ دینے کو حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر ان کے سارے اونٹ جو امام حسنؓ نے عطا کئے تھے کھجوروں سے لاد دیئے۔

حضرت امام حسنؓ خلیفہ ہونے کو تو ہو گئے مگر انہوں نے دیکھا کہ ملک اور حکومت کا بکھیڑا سراسر فتنہ اور فساد کا سامان ہے اس لئے چھ ماہ بعد حکومت کی باگ ڈور حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ میں دے کر اس سے کنارہ کش ہو گئے۔

جب ان کی عمر پینتالیس سال کی ہوئی تو حضرت امیر معاویہؓ کے بیٹے یزید نے ان کو زہر دلوایا۔ یہ معاملہ ماہِ ربیع الاول ۴۹ھ میں واقع ہوا۔ حدیث شریف میں امام حسنؓ کی بہت سی فضیلتیں آئی ہیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے دوش مبارک پر اٹھائے لئے جا رہے تھے۔ ایک شخص نے ہنس کر کہا۔ صاحبزادے تمہاری سواری تو خوب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور سوار بھی خوب ہے۔

سچ کی تعلیم

ایک ماں کو بڑا شوق تھا کہ اس کا بچہ بغداد میں جا کر دین کا علم پڑھے — بچے کا باپ مر چکا تھا اور کوئی دوسرا سرپرست بھی نہ تھا جو اس کو بغداد لے جاتا۔ مدت کے بعد ایک قافلہ بغداد جانے کو تیار ہوا۔ غریب ماں نے محنت مزدوری کر کے چالیس اشرفیاں اپنے بچے کی تعلیم کے خرچ کے لئے جمع کی تھیں۔ ایک پھٹی پرانی گدڑی کے اندر ان اشرفیوں کو سی دیا۔ اور وہ گدڑی بچے کو اوڑھا کر کہا۔ یہ اشرفیاں نکال کر اپنی ضروریات پر خرچ کرنا۔ پھر اس کو قافلے کے ساتھ کر دیا۔ اور رخصت کے وقت تاکید کے ساتھ نصیحت کی کہ بیٹا کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ راستے میں بہت سے ڈاکوؤں نے قافلے کو گھیر لیا اور سارا مال لُوٹ لیا۔

ایک ڈاکو نے اس بچے سے پوچھا۔ لڑکے! تیرے پاس بھی کچھ مال ہے؟ بچے کو ماں کی نصیحت یاد آئی۔ جھوٹ نہیں بول سکتا تھا سچ سچ کہہ دیا کہ میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں جو اس گدڑی میں سلی ہوتی ہیں۔ ڈاکو کے لئے یہ بات بڑی عجیب تھی۔ وہ اس بچے کو اپنے افسر کے پاس لے گیا۔ ڈاکوؤں کے افسر نے گدڑی پھاڑ کر دیکھا تو سچ مچ اس میں سے چالیس اشرفیاں نکل پڑیں۔ اس نے حیران ہو کر پوچھا۔ لڑکے! تو جانتا ہے کہ ہم ڈاکو ہیں۔ لوگوں کا مال چھین کر لے جانا ہمارا کام ہے پھر تو نے اپنے مال کا پتہ سچ سچ کیوں بتایا۔ کوئی بہانہ کیوں نہ کیا۔ بچے نے کہا۔ مجھے میری ماں نے یہ نصیحت کی ہے کہ کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ اب میں اپنی ماں کی نصیحت کے خلاف جھوٹ نہیں بول سکتا۔ خواہ جان بھی جاتی رہے۔

ڈاکوؤں کے افسر کو اس لفظ سے بڑی عبرت ہوئی۔ اس نے سوچا کہ ایک چھوٹا سا بچہ اپنی ماں کے حکم کا ایسا تابعدار ہے۔ ہم اتنے بڑے ہو کر بھی اپنے خداوندؐ کے حکم کی نافرمانی کر رہے ہیں۔ اسی وقت سب ڈاکوؤں نے ڈاکہ ڈالنے سے توبہ کی اور پکے مسلمان ہو گئے۔

یہ بچہ بغداد پہنچا۔ خوب علم حاصل کیا۔ اور بڑے پایہ کا عالم اور بہت بڑا ولی اللہ ہوا۔ یہی حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ ہیں۔

★

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے!
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!

چیف ایڈیٹر
عبیداللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء